تعلیمِ امن اور اسلام

درسی کتاب برائے اعلیٰ ثانوی درجات

ناشر: ادارہ امن و تعلیم، اسلام آباد

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام: تعلیمِ امن اور اسلام
برائے: اعلیٰ ثانوی درجات
تحقیق و تدوین: ڈاکٹر نیاز محمد، ڈاکٹر محمد حنیف، اظہر حسین، رشاد بخاری، محمد حسین (ریسرچ سکالر)
ناشر: ادارہ امن و تعلیم، اسلام آباد
ویب سائٹ: www.peaceandeducationfoundation.org
اشاعت: دوم
سنِ اشاعت: ۱۴۳۶ھ/۲۰۱۴ء
قیمت: ۳۵۰ روپے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات	ابواب نمبر
4	اظہارِ تشکر	•
5	کلماتِ تحسین	•
6	پیش لفظ	•
9	تنوّع: کائنات کا حسن	پہلا باب
15	اختلاف-اصول اور آداب	دوسرا باب
24	امن اور سلامتی-معاشرے کی بنیادی ضرورت	تیسرا باب
33	تعمیرِ امن اور حل تنازعات-اسلامی اقدار اور اصول	چوتھا باب
43	تنازع کے بنیادی تصوّرات	پانچواں باب
52	تنازعات کے دوران رویے	چھٹا باب
62	تنازع اور تشدد کی صورتیں	ساتواں باب
73	تنازع کے مراحل اور اسباب	آٹھواں باب
79	تنازعات کے حل کے مختلف اسالیب	نواں باب
87	گفتگو کے آداب	دسواں باب
97	مکالمہ کی اہمیت اور اس کے اصول	گیارہواں باب
105	حقوق العباد کی ادائیگی-امن کی ضمانت	بارہواں باب
116	آئین پاکستان میں بیان کیے گئے بنیادی حقوق	تیرہواں باب
121	فرقہ واریت کا سدباب	چودھواں باب

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اظہار تشکر

دینی و تعلیمی اداروں سے وابستہ متعدد علمائے کرام اور ماہرین تعلیم نے "تعلیم امن اور اسلام" درسی کتاب برائے اعلیٰ ثانوی درجات کی پہلی اشاعت کے تصنیفی، ادارتی اور نظر ثانی کے مراحل میں حصہ لیا اور اپنی قیمتی آراء، نقد و تبصرہ اور تجاویز سے کتاب کے معیار کو بہتر بنانے میں ہماری مدد کی، جس کے لیے ادارہ امن و تعلیم ان سب کا نہایت شکر گزار ہے۔ ان میں سے چند نمایاں شخصیات کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

مفتی منیب الرحمٰن (دارالعلوم نعیمیہ، کراچی)، مولانا سمیع الحق (دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک)، مولانا محمد حنیف جالندھری (جامعہ خیر المدارس ملتان) مولانا عبدالمالک (جامعہ مرکز علوم اسلامیہ لاہور)، مولانا محمد یٰسین ظفر (جامعۃ السّلفیہ، فیصل آباد)، مولانا سید نیاز حسین نقوی (جامعۃ المنتظر لاہور)، مولانا صاحبزادہ عبدالمصطفیٰ ہزاروی (جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)، مولانا راغب حسین نعیمی (جامعہ نعیمیہ لاہور)، (مولانا ڈاکٹر عطاء الرحمٰن (جامعہ تفہیم القرآن مردان)، مولانا ڈاکٹر سید محمد نجفی (جامعۃ المبلغین، اسلام آباد)، مولانا اسرار مدنی (دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)، ثاقب اکبر (چیئرمین، البصیرہ ٹرسٹ، اسلام آباد)، ڈاکٹر سفیر اختر (مدیر، سہ ماہی نقطہ نظر، اسلام آباد)، ڈاکٹر ضیاء الحق یوسف زئی (وائس چانسلر، محی الدین اسلامی یونیورسٹی، آزاد کشمیر)، ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن (سابق ڈائریکٹر جنرل دعوہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد)، ڈاکٹر محمد الیاس (بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد)، ڈاکٹر حسن الامین (بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد)، ڈاکٹر نیاز محمد (ڈائریکٹر، مرکز برائے دراسات دینیہ کوہاٹ یونیورسٹی)، ڈاکٹر سید تجمل حسین (ڈپٹی ایڈوائزر، کریکلم ونگ، اسلام آباد)، ڈاکٹر محمد حنیف (سابق ایڈوائزر، وفاقی وزارت تعلیم، اسلام آباد))، ڈاکٹر محمد سلیم (کنسلٹنٹ، کریکلم ونگ، اسلام آباد)، پروفیسر سید علی یار (پرنسپل، آئی ایم سی بی، ایف ٹین فور اسلام آباد)

کتاب کے معیار کو بہتر بنانے اور اغلاط کی درستی کی حتی المقدور کوشش کی گئی ہے، اس کے باوجود کسی علمی فروگزاشت کی ذمہ داری ناشر پر ہوگی۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

کلماتِ تحسین

ہم نے ادارہ امن وتعلیم کے زیرِ اہتمام مرتبہ کتاب ''تعلیم امن اور اسلام'' کا مطالعہ کیا، بعض مقامات پر اصلاح تجویز کی، جسے خوش دلی سے قبول کر کے کتاب کے مواد میں شامل کر دیا گیا۔ اسی طرح غیرضروری مواد کو ہمارے مشورے پر حذف کر دیا گیا۔ آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ کے حوالہ جات بھی شامل کر لیے گئے ہیں اور اب ہماری رائے میں ثانوی درجات کے لیے اپنے موضوع پر ایک مفید درسی کتاب ہے اور ہمارے ملک میں جو مختلف تعلیمی نظام رائج ہیں، ان کے ذمہ داروں کو چاہیے کہ طلبہ کی بہتر ذہن سازی کے لیے اسے اپنے اپنے تدریسی نصاب میں یا کم از کم اپنی مطالعاتی اور معاون کتب میں ضرور شامل کریں۔ ہم سب کثیر المشاغل ہیں اور یہ بعید نہیں کہ کسی علمی فروگزاشت کی نشاندہی میں ہم سے صَرفِ نظر ہو گیا ہو، لیکن چونکہ یہ ایک دینی، تعلیمی اور اصلاحی کام ہے، اس لیے دیگر اہل علم کو بھی اس میں اپنا حصہ ضرور ڈالنا چاہیے۔

مفتی منیب الرحمٰن
مولانا عبدالمالک
مولانا سید نیاز حسین نقوی

مولانا محمد حنیف جالندھری
مولانا محمد یٰسین ظفر
مولانا ڈاکٹر عطاء الرحمٰن

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

پیش لفظ

تعلیمِ امن اور اسلام

اسلامی تعلیمات اور امن کو ایک دوسرے سے الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔ اسلام اور امن کے مابین اٹوٹ رشتہ ہے۔ اسلام کا مادّہ ''سلام'' اور ''سلم'' ہے، جب کہ ''السّلام'' اللہ تعالیٰ کا ایک مبارک صفتی نام ہے۔ اسلامی تصورِ امن ہمہ جہت ہے، کیونکہ یہ تصور خالق اور مخلوق کے مابین رشتوں کے علاوہ انسان اور قدرتی ماحول کے ساتھ رشتوں اور تعلقات کا بھی احاطہ کرتا ہے۔ اسلام ایسے تعلقات قائم کرنے پر زور دیتا ہے، جو دوسروں کے لیے سلامتی کا باعث بنیں۔

تنازعات عالمگیر ہیں، انسانوں کو اپنی زندگی میں تنازعات کا سامنا ہو سکتا ہے۔ تنازع کا سبب انسان خود بھی ہو سکتا ہے اور دوسرا شخص بھی۔ تنازع میں مبتلا افراد اور گروہوں کے لیے اسلامی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ مستقل عداوت کی حالت میں رہنے کے بجائے جلد از جلد اس تنازع کو حل کرنے کی کوشش کریں تا کہ امن قائم ہو۔

تعلیمِ امن سے کیا مراد ہے؟

تعلیمِ امن ایک تعلیمی شعبہ ہے، جس کا مقصد اُن طریقوں کی تلاش اور تفہیم ہے، جن کے ذریعے قیامِ امن کا عظیم مقصد حاصل ہو سکے۔ تعلیمِ امن کا دُوسرا بڑا مقصد امن کے قیام میں حائل رُکاوٹوں کو دُور کر کے تنازعات کا پُر امن حل تلاش کرنا ہے۔ تعلیمِ امن میں خاص طور پر ان موضوعات پر غور و خوض کیا جاتا ہے، جو معاشرے میں تنازعات، ناانصافی اور امتیازی رویوں کا باعث بنتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تعلیمِ امن روایتی اندازِ تدریس اور جدید شراکتی طرزِ تدریس کا حَسین اور مؤثر امتزاج ہے۔ اس طرزِ تدریس میں طالب علم کو تعلیم و تعلم کے عمل میں اس طرح شریک کرنا ہے کہ وہ محض سن کر چیزیں اور معلومات یاد رکھنے پر کفایت کرنے کے بجائے عملی تجربے سے گزرے۔ تعلیمِ امن اس بات کا بھی تقاضا کرتی ہے کہ طالب علم کو آداب کے دائرے میں رہتے ہوئے سوال کرنے اور سوال اٹھانے کا بھی موقع دیا جائے۔ یہ ایک طرح سے استاذ اور طلبہ کے درمیان شراکتی اندازِ تدریس ہے۔

تعلیمِ امن کا اسلامی پس منظر

دنیا کے اہل فکر و نظر اور ذہن ساز طبقات کو یہ سمجھنا چاہیے کہ قیام امن اور فروغ امن میں مذہب ہی سب سے مؤثر کردار ادا کر سکتا ہے۔ اسلام کی روح میں امن و سلامتی شامل ہے۔ موجودہ دنیا اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ مذہب انتہا پسندی اور تشدد کے رجحانات کو فروغ دینے کا باعث ہے، یہ کتاب اس غلط فہمی کا مفصل اور مدلل انداز میں ازالہ کرے گی۔

موجودہ دور میں تعلیمِ امن کو اسلامی نقطۂ نظر سے سمجھنے کے لیے اس موضوع پر درسی کتب اور علمی مواد کی ضرورت ہے۔ ہمارے ماہرین تعلیم اور پالیسی ساز اداروں کو چاہیے کہ امن کی تعلیمات پر مشتمل تعلیمی مواد کو رسمی اور غیر رسمی نصابِ تعلیم کا حصہ بنائیں اور حکومت کو اسے اپنی حکمتِ عملی کا حصہ بنانا چاہیے تاکہ ہم اپنی نئی نسل کو امن پسند بنا سکیں۔

تعلیم کے تمام شعبوں میں درسی مواد کی ترتیب و تدوین موضوعی انداز میں ہوتی ہے، کسی بھی موضوع پر بکھرے ہوئے مواد کو جمع کر کے نصابی شکل دی جاتی ہے، تمام علوم و فنون میں یہی طریقہ کار اپنایا جاتا ہے۔ چنانچہ ہم نے ''تعلیم امن اور اسلام'' کے موضوع پر اسی نصابی روش کو اختیار کیا ہے۔ قرآن و سنت میں امن و سلامتی، حل تنازعات اور حقوق العباد کے بارے میں موجود تعلیمات کو طلبہ کی ضرورت کے مطابق اس کتاب میں ایک معنوی اور نصابی ترتیب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ نیز تاریخ اسلام اور مشاہیر اسلام کی زندگیوں سے مثالیں بھی شامل کی گئی ہیں اور موضوع پر جدید علمی پیش رفت کو بھی سامنے رکھا گیا ہے۔

اسلام میں امن و سلامتی کی تعلیمات کے بارے میں طلبہ میں شعور پیدا کرنا اس کتاب کا بنیادی مقصد ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اُمید ہے یہ کتاب اس مقصد کو حاصل کرنے میں مفید ثابت ہوگی۔ہمیں قوی امید ہے کہ ہماری انفرادی اور اجتماعی اصلاح میں ایک مؤثر کردار ادا کرے گی۔

کسی بھی موضوع پر کوئی علمی شاہکار حرف آخر نہیں ہوتا، ہمیشہ ترمیم، اضافے اور اصلاح کی گنجائش باقی رہتی ہے۔لہٰذا اہل علم سے گزارش ہے کہ ہماری اس کاوش کو نقطہ آغاز سمجھیں اور آئندہ اشاعتوں میں اسے بہتر اور معیاری بنانے کے لیے اپنے مفید مشوروں سے نوازیں۔ہم آپ کی آراء کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے اور ہر مثبت اور تعمیری سوچ سے استفادہ کریں گے۔

اس کتاب کی تیاری کے تمام مراحل میں اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کے قائدین سمیت دیگر علمائے کرام اور ماہرین سے مشاورت کی گئی اور انہی کی رہنمائی میں اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا گیا۔جس کے لیے ادارہ ان کا نہایت شکر گزار ہے۔کتاب میں موضوع پر طلبہ کے لیے موزوں اور بہترین مواد جمع کرنے اور اسے غلطیوں سے پاک کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔امید ہے کہ یہ کتاب موضوع پر طلبہ اور دیگر قارئین کی علمی و عملی استعداد میں اضافہ کرنے میں مفید ثابت ہوگی۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے! آمین۔

(مرتبین)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پہلا باب بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

تنوُّع: کائنات کا حُسن

تنوُّع: ایک فطری اصول

اگر آپ مختلف مخلوقات کا مشاہدہ کریں، تو آپ کو اپنے اردگرد بے شمار قسم کے پودے، پرندے، چوپائے، حشرات اور لاتعداد اقسام کے پھل اور پھول نظر آتے ہیں۔ آپ ایک ہی درخت کے پتوں کا مشاہدہ کر لیں تو آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ ایک ہی درخت کے ہزاروں پتوں میں سے ہر پتہ دوسرے سے مختلف ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس وسیع تخلیق کردہ کائنات میں ہم جس طرف بھی نگاہ اُٹھائیں ہمیں یوں لگتا ہے کہ تنوع اور رنگا رنگی قدرت کی تخلیق کا ایک بنیادی اصول ہے۔ کائنات کی تخلیق اور انسانی حیات میں موجود تنوع کو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں شمار کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> وَ مِنۡ اٰیٰتِہٖ خَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافُ اَلۡسِنَتِکُمۡ وَ اَلۡوَانِکُمۡ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلۡعٰلِمِیۡنَ (الروم ۳۰: ۲۲)
>
> اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا جدا جدا ہونا۔ اہل دانش کے لیے ان باتوں میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں آسمانوں اور زمین کی خلقت اور انسانوں کے درمیان زبانوں اور رنگوں کے مختلف ہونے کو اللہ تعالیٰ کی نشانی قرار دیا گیا ہے۔ غور و فکر کی صلاحیت ہی انسان کو دوسری تمام مخلوق سے بلند مرتبہ دیتی ہے۔ جس طرح کائنات میں ہر چیز اپنی شکل اور رنگ وغیرہ کے لحاظ سے دوسروں سے مختلف ہے اسی طرح ہر انسان بھی جب اپنے شوق، صلاحیت اور تجربے کی روشنی میں سوچنا شروع کرتا ہے تو وہ اس کائنات میں نئی نئی چیزیں معلوم کر لیتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہر شخص منفرد ہے

دُنیا کا ہر انسان فخر سے کہہ سکتا ہے کہ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس کا کوئی متبادل نہیں۔ دنیا میں اربوں انسان آئے اور چلے گئے اور شاید اربوں انسان اس دنیا میں مزید پیدا ہوں، لیکن آپ نہ گزرے ہوئے انسانوں میں شامل تھے اور نہ ہی آئندہ آنے والے لوگوں میں ہوں گے۔ ان اربوں انسانوں میں سے ہر ایک کی شناخت منفرد ہے۔

جس طرح ہر انسان جسمانی اور ظاہری شکل وصورت کے لحاظ سے دوسرے انسانوں سے مختلف ہے، اسی طرح وہ اپنے میلانات، خیالات، جذبات، علم و ہنر، تجربے، شوق اور طبیعت کی بنا پر دوسرے انسانوں سے مختلف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جسمانی، جذباتی، ذہنی اور روحانی لحاظ سے بہترین اعتدال، تنوع اور توازن میں پیدا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (التین ۹۵: ۴)

بے شک ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھال کر پیدا کیا ہے۔

منفرد ہونے کے ساتھ ساتھ انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا گیا ہے۔ اس میں سوچنے، سیکھنے، دوسروں کے دُکھ درد کو سمجھنے، دریافت کرنے اور جاننے کی صلاحیت موجود ہے۔ انسان ہی وہ واحد مخلوق ہے جو اپنے لیے غلط اور صحیح کا فیصلہ کر سکتی ہے، جس کی وجہ سے اُسے اس کے اعمال کا ذمہ دار بھی ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ اس بنا پر وہ حق رکھتا ہے کہ اُس کی عزت کی جائے، اُس کی بات سُنی جائے اور اس کے ساتھ بھلائی کا سلوک کیا جائے۔

قبائل اور قوموں میں انسانوں کی تقسیم کی حکمت

طلوعِ اسلام سے قبل عرب قبائل میں نسلی تفاخر بہت زیادہ پایا جاتا تھا۔ ہر قبیلہ مختلف وجوہات کی بنا پر اپنے خاندان، نسل و نسب اور قبیلے پر فخر کرتا اور دوسرے قبیلے کو حقیر سمجھتا تھا۔ اسلام نے واضح کیا ہے کہ قبائل و قوموں میں انسانوں کی تقسیم محض پہچان کی خاطر ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا (الحجرات ۴۹: ۱۳)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے۔ تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔

اس آیت کے ذریعے بتا دیا گیا ہے کہ مختلف گروہ اور قبائل میں تقسیم کی اصل بنیاد اور حکمت یہ ہے کہ ایک خاندان، قوم یا قبیلہ کے لوگ دوسرے خاندان اور قوم و قبیلے کے لوگوں کو پہچان سکیں۔ کوئی خاندانی نام یا کسی نسل ونسب سے تعلق بڑائی کی علامت نہیں۔ اس لیے کسی خاص قوم سے وابستگی کی بنیاد پر کسی انسان کا مذاق اڑانے اور اسے غلط ناموں سے پکارنے سے منع کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّـذِيْـنَ امَـنُـوْا لاَ يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلاَ نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓـى اَنْ يَّـكُـنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلاَ تَلْمِزُوْٓا اَنفُسَكُمْ وَلاَ تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُوْلٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (الحجرات ۴۹: ۱۱)

مومنو! مرد مردوں سے تمسخر نہ کریں ممکن ہے جن کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے تمسخر کریں ممکن ہے وہ جن کا مذاق اڑا رہی ہیں ان سے اچھی ہوں۔ اور آپس میں ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو۔ ایمان لانے کے بعد برا نام رکھنا گناہ ہے اور جو لوگ توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔

فضیلت کا معیار

اسلام میں یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ فضیلت کا معیار تقویٰ ہے۔ کسی قوم و قبیلہ، نسل ونسب سے وابستگی برتری اور بہتری کی بنیاد نہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ وہی ہے جو پختہ ایمان کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام پر صحیح معنوں میں عمل پیرا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (الحجرات ۴۹: ۱۳)

بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

لَا فَـضْـلَ لِـعَـرَبِـيٍّ عَـلـىٰ عَـجَـمِـيٍّ وَلَا لِعَجمِيٍّ عَلىٰ عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحْمَرعَلىٰ أَسْوَد وَلَا لِأَسْوَد عَلىٰ أَحْمَر إِلَّا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بِالتَّقْوَی (مسند احمد : ۲۳۵۳۶)
نہ کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت ہے اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر، نہ سرخ کو سیاہ پر اور نہ سیاہ کو سرخ پر، مگر تقویٰ کے ساتھ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نسلی اور قبائلی فخر وغُرور پر کاری ضرب لگائی اور برتری اور بہتری کا معیار تقویٰ کو قرار دیا۔

تنوع ایک معاشرتی ضرورت

تنوع انسانی حیات کی ایک معاشرتی ضرورت ہے۔قوموں اور قبیلوں کی حیثیت ایک دوسرے کے ساتھ تعارف کی ضرورت پر مبنی ہے۔تمام انسان اولادِ آدم ہونے کی بناء پر باہم جڑے ہوئے ہیں، اس لیے سب لوگ ایک دوسرے سے محبت اور تعاون کے محتاج ہیں اور ان کو قطع تعلق ونفرت سے بچنا چاہیے۔قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ (النساء ۴ : ۱)

لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا یعنی اوّل اس سے اس کا جوڑا بنایا، پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد وعورت پیدا کر کے روئے زمین پر پھیلا دیے اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے حقوق کا مطالبہ کرتے ہو اور قطع رحمی سے بچو۔

سارے انسان مل کر اپنی اپنی صلاحیت، ضرورت اور طرزِ زندگی اور سوچ کے مطابق اس کائنات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چونکہ ہر انسان دوسرے انسان سے صلاحیت، ضرورت، دلچسپی، سوچ اور مزاج میں مختلف، منفرد اور متنوع ہے، اس لیے معاشرتی معاملات میں مختلف رائے، مختلف زاویے اور مختلف طرزِ عمل سامنے آتے ہیں۔
انسانوں کا منفرد اور متنوع ہونا معاشرتی ضروریات کی تکمیل کا باعث بنتا ہے۔کوئی عالم، کوئی استاد، کوئی جج، کوئی رہنما، کوئی حاکم، کوئی طبیب، کوئی تاجر وغیرہ بن کر سارے انسان ایک دوسرے کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے مختلف لحاظ سے انسانوں کے درمیان موجود ان اختلافات کے باوجود سب انسانوں کو بطور انسان یکساں عزت کا حق دار ٹھہرایا۔اس کے بعد جو لوگ ایمان وعمل میں زیادہ بڑھ جاتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہو جاتے ہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور جو اللہ تعالیٰ کے جتنا قریب ہوگا اُس پر انسانوں سے محبت کی ذمہ داری بھی زیادہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیائے کرام، اولیائے کرام اور بزرگان دین کی زندگیاں ہمیں یہی سبق دیتی ہیں۔

تنوع کے بغیر کائنات

کائنات اور انسانی حیات کا حُسن اِسی رنگا رنگی اور تنوع کے دم سے قائم ہے۔ اس تنوع اور رنگا رنگی کی اہمیت کو جاننے کے لیے تصور کریں کہ دُنیا میں درختوں، پرندوں اور دیگر تمام جانداروں کی ایک ہی قسم موجود ہے۔ سب انسانوں کے رنگ، شکل، جسامت، نسل، زُبان، شوق، صلاحیتیں، ضروریات اور خیالات ایک جیسے ہیں۔ کیا ایسی دُنیا خوبصورت دُنیا کہلائے گی؟ کیا آپ ایسی دُنیا میں رہنا پسند کریں گے؟ کیا یک رنگ دُنیا کچھ پھیکی اور بے کیف نہیں ہوجائے گی؟ کیا ایسی دُنیا میں انسان کی سماجی زندگی کی ضروریات پوری ہوسکتی ہیں؟

ذخیرہ الفاظ	
نئے الفاظ اور اصطلاحات	معانی اور تشریحات
تنوع	کسی چیز کا نوع بہ نوع ہونا، قسم بہ قسم ہونا، رنگا رنگی
اشرف المخلوقات	اللہ کی پیدا کردہ مخلوقات میں سب سے بہترین
تفاخر	ایک دوسرے پر برتری جتانا

مشق

۱) مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجئے:

ا) تنوع، کائنات کا ایک فطری اصول ہے، وضاحت کیجئے۔

ب) انسان کی کون سی خصوصیت اسے دوسری مخلوقات سے بلند مرتبہ عطا کرتی ہے؟

ج) قرآن مجید نے مختلف قبائل اور اقوام میں انسانوں کی تقسیم کی کیا حکمت بیان کی ہے؟

د) تنوع ایک معاشرتی ضرورت ہے، مثالوں سے وضاحت کیجئے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہ) انسان کے لیے فضیلت کا معیار کسی قبیلے یا قوم سے وابستگی نہیں بلکہ تقویٰ ہے، وضاحت کیجئے۔

۲) مندرجہ ذیل جملوں کو مکمل کیجئے:

ا) ______ قدرت کی تخلیق کا بنیادی اصول ہے۔

ب) مختلف قبائل میں تقسیم کا مقصد ایک دوسرے کا ______ ہے۔

ج) طلوعِ اسلام سے قبل عرب قبائل میں ______ پایا جاتا تھا۔

د) تمام انسان اولادِ آدم ہونے کی بنا پر ______ ہیں۔

ہ) تنوع ایک ______ ضرورت ہے۔

۳) درست اور غلط جملوں کی نشاندہی کیجئے:

ا) تنوع اور رنگارنگی کائنات کا حسن ہے۔

ب) دنیا میں تمام مخلوقات ہر لحاظ سے ایک جیسی ہیں۔

ج) ہر انسان فخر سے کہہ سکتا ہے کہ وہ اپنی مثال آپ ہے۔

د) قبائل اور قوموں میں تقسیم کا مقصد ایک دوسرے پر نسلی تفاخر کرنا ہے۔

عملی سرگرمی

☆ جماعت کو تین گروہوں میں تقسیم کیجئے۔ ہر گروہ ایک ایک چارٹ بنائیے۔ اس چارٹ کے دو کالم بنا دیجئے جس میں پہلے کالم میں تاریخ اسلام میں سے نمایاں شخصیات کے اسمائے گرامی لکھیے اور دوسرے کالم میں ان کی ایسی متنوع خصوصیات لکھیے جو انہیں دیگر سے منفرد بناتی ہوں:

پہلا گروہ پانچ ایسے انبیائے کرام علیہم السلام کے نام لکھے جن میں مختلف لحاظ سے تنوع پایا جاتا ہو۔

دوسرا گروہ پانچ ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام لکھے جن میں مختلف لحاظ سے تنوع پایا جاتا ہو۔

تیسرا گروہ پانچ ایسے ائمہ/فقہائے اسلام رحمہم اللہ کے نام لکھے جن میں مختلف لحاظ سے تنوع پایا جاتا ہو۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دوسرا باب

اختلافِ رائے - اصول اور آداب

اختلاف، جدل اور شقاق تین مختلف رویے یا انداز ہیں۔ ذیل میں ان کے لغوی معانی بیان کیے جا رہے ہیں:

اختلاف

اختلاف کا مطلب کسی رائے، چیز یا واقعہ کی تعبیر کے حوالے سے مختلف نقطہ نظر کو اپنانا ہے۔ نقطہ ہائے نظر کا مختلف ہونا ضروری نہیں کہ ایک دوسرے کی ضد پر مبنی ہو۔ بلکہ ایسا ممکن ہے کہ کسی صورت حال کو کوئی ایک زاویہ نظر سے دیکھ رہا ہو اور دوسرا اُسی کو ایک اور زاویہ نظر سے دیکھ رہا ہو۔ قرآن مجید میں اختلاف کا تذکرہ مختلف حوالوں سے آیا ہے:

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ (مریم ۱۹ : ۳۷)
پھر فرقوں نے باہم اختلاف کیا

وَّ لَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ (ھود ۱۱ : ۱۱۸)
اور وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے

اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ (الذاریات ۵۱ : ۸)
(اے اہل مکہ) بے شک تم ایک اختلاف والی بات میں پڑے ہوئے ہو

ان شواہد کی روشنی میں اختلاف کا مطلب ہے ہر وہ بات، رائے، حالت، ہیئت اور موقف جس میں مغایرت ہو۔

جَدَل

جب لوگ کسی بات یا رائے پر کسی موقف کے دفاع یا اس کو ثابت کرنے میں شدت اختیار کر لیں تو ایسی کوشش

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کوجدل کا نام دیا جاتا ہے۔اسی لیے غلبہ حاصل کرنے کی نیت سے جو مباحثہ ہو، اسے لغت میں جدل کہتے ہیں۔علم جدل سے مراد ایسا علم ہے جس سے ایسی مہارت حاصل ہو جائے جس کے ذریعے جدل کے فریقین دلائل اور اپنے انداز تخاطب سے ایک دوسرے کو مغلوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔اس طرح جدل کا مستند دلائل سے تعلق ہونا ضروری نہیں بلکہ اس سے ایسی مہارت یا ملکہ مراد ہے جس کی مدد سے فریقین یا ان میں سے کوئی ایک اگر چاہے تو باطل کا دفاع کرلے یا حق کو ناحق ثابت کردے۔

شقاق

متحارب فریقین کے درمیان جب الفاظ کی جنگ اتنی شدید ہو جائے کہ اظہارِ حق کے بجائے ہر فریق ایک دوسرے پر محض غلبہ حاصل کرنا چاہے اور ان کے درمیان افہام وتفہیم یا اتفاق پیدا ہونا مشکل ہو جائے، تو ایسی حالت کو شقاق کا نام دیا جاتا ہے۔قرآن حکیم میں ہے:

وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا (النساء ۴:۳۵)

اور اگر تمہیں ان دونوں کے درمیان مخالفت کا اندیشہ ہو۔

فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ (البقره ۲: ۱۳۷)

تو (سمجھ لیں کہ) وہ محض مخالفت میں ہیں

یعنی سخت اختلاف جس کے بعد ایسا نزاع پیدا ہو جائے کہ وہ ایک دوسرے کے مخالف حصے میں ہوں۔

اختلافِ رائے فطری ہے

زبان، رنگ اور سوچ کے اختلافات کے ساتھ یہ بھی مشیت الٰہی ہے کہ اس نے سبھی لوگوں کو یکساں ذہنی صلاحیتیں نہیں دیں، بعض بہت ذہین ہیں اور بعض ذہانت کی اس سطح پر نہیں۔ذہنی صلاحیتوں کے فرق کا لازمی نتیجہ ہے کہ مختلف مسائل میں ایک سے زیادہ آراء سامنے آئیں جس سے لازمی طور پر کسی ایک مسئلہ میں بھی مختلف اقوال، آراء اور احکام سامنے آئیں گے۔رنگ و زبان اور مظاہر تخلیق کے اختلافات جب اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں تو انسانوں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے حواس اور عقول بھی اپنے نتائج کے ساتھ اُس کی ہی نشانیاں اور اُس کی قدرت کاملہ کے دلائل ہیں۔

اگر سارے انسان ہر چیز میں برابر ہوتے تو دنیا کی یہ آبادی وشادابی اور اس کی یہ زندگی کیسے رواں دواں رہتی؟ ایک دوسرے کی مختلف ضروریات کیسے پوری کی جاسکتی تھیں؟ اور جو چیز جیسے اور جس کے لیے پیدا کی گئی ہے وہ اسے حاصل نہ ہوتی۔

اختلافِ رائے کے اسباب

اختلافِ رائے کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں جن میں حقائق، حالات، نظریات، مفادات، شناخت کا مختلف ہونا، چیزوں کو سمجھنے کے زاویے اور انداز کا مختلف ہونا شامل ہیں۔ اسی طرح معلومات، مشاہدات اور تجربات میں فرق بھی لوگوں کے درمیان اختلاف رائے کا سبب ہوسکتا ہے۔ بعض اوقات معیار ومیزان اور اصول وضوابط میں فرق ہونا اختلاف کا باعث ہوتا ہے۔

اختلاف مقبُول ومردُود

اگر اختلاف رائے اپنے حدود سے تجاوز کرے اور ان کے آداب کا لحاظ نہ کیا جائے تو وہ جدال وشقاق میں تبدیل ہو جاتا ہے، جس سے منفی اور برے نتائج سامنے آتے ہیں۔ اس سے امت کے اندر ایک نیا انتشار اٹھ کھڑا ہوتا ہے جس کے نتائج تشویش ناک ہو سکتے ہیں۔ ایسی شکل میں یہ اختلاف تعمیر کے بجائے تخریب کا سبب بن جاتا ہے۔ ایسا اختلافِ رائے اختلافِ مردود کہلاتا ہے۔

اس امت کے اسلاف میں جو اختلافات واقع ہوئے وہ نیک نیتی پر مبنی تھے اور آئندہ بھی ایسا ہوسکتا ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ یہ اختلاف دلیل اور استدلال کی بنیاد پر ہو اور کوئی فریق بھی اصول شرع واصول عُرف سے تجاوز نہ کرے۔ نیک نیتی اور دلائل پر مبنی اختلاف سے بعض اوقات ایک معتدل آدمی اپنی رائے پر نظر ثانی کے لیے تیار ہو جاتا ہے، جو ایک علمی شعار ہے۔ اس صورت میں اختلافِ رائے اختلافِ مقبول کہلاتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اختلاف مقبول کے بعض فوائد

اختلاف کی حدود کا خیال رکھا جائے اور اس کے آداب بھی سامنے رہیں، تو اس کے کئی فوائد ہو سکتے ہیں۔ مثلاً:

☆ نیتیں صحیح ہوں تو ان سارے احتمالات کے جاننے کا موقع ملتا ہے، جن میں کسی بھی رخ سے دلیل دینا ممکن ہو۔

☆ ایسے اختلاف سے ذہنی ریاضت اور تبادلہ خیالات کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور مختلف عقول جو مفروضات قائم کر سکتی ہیں، ان پر غور و فکر کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

☆ متعدد حل سامنے آجاتے ہیں جن سے درپیش مسئلہ میں اس کے مناسب حل کی طرف رہنمائی ہو جاتی ہے۔

☆ اختلاف رائے علمی ارتقاء کا باعث بن جاتا ہے۔

مذکورہ فوائد اس صورت میں ممکن ہیں، جب اختلاف اپنے ان آداب و حدود کے دائرے میں رہیں، جن کی رعایت ہر حال میں ضروری ہے۔

اختلافِ رائے کے آداب

اختلافِ رائے کا مقصد اپنی مرضی دوسروں پر تھوپنا اور ضد کرنا نہیں ہے بلکہ اپنے علم اور تجربے کی روشنی میں ٹھوس ثبوت کی بنیاد پر اپنی رائے خوبصورت انداز میں دوسروں کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اگر دوسروں کے پاس اُسی بات کے لیے الگ ثبوت اور دلائل ہوں تو اُن کا سننا اور انھیں اپنی رائے پر قائم رہنے کا حق دینا انصاف اور احترام کا تقاضا ہے۔

اپنی رائے پر ہٹ دھرمی اختیار کرنے کے بجائے مختلف لوگوں کو اپنے اپنے تجربے اور علم کے مطابق مختلف آراء رکھنے کا حق دینے سے معاشرے میں آسودگی، فکر میں وسعت اور باہمی احترام اور کشادگی کا رویہ فروغ پاتا ہے۔ اختلاف رائے سے علم اور جستجو کے راستے کُھلتے ہیں اور انسانی ترقی اور بہتر زندگی کے حصول کے امکانات سامنے آتے ہیں۔ مختلف معاملات پر اختلاف کا ہونا فطری ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ جس سے اختلاف رائے ہو ہم اُسے بات کرنے اور اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کا پورا موقع دیں تا کہ دوسروں کے دلائل اور خیالات معلوم ہو سکیں۔ اختلاف رائے سے چیزوں کو مختلف زاویوں سے دیکھنے اور پرکھنے کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔

اختلاف رائے صرف اُسی صورت میں مفید ثابت ہوگا جب اس کے اصولوں کا خیال رکھا جائے۔ ذیل میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسلامی تعلیمات اور تاریخ کے واقعات سے حاصل ہونے والے چند اصول اور آداب بیان کیے جا رہے ہیں:

(۱) تحقیق پر مبنی رائے

کسی شخص یا مسئلہ کے بارے میں انسان کی رائے تحقیق پر مبنی ہونی چاہیے۔ کسی چیز سے متعلق اپنی رائے قائم کرنے سے پہلے پوری جستجو کرنی چاہیے تا کہ اس کی بنیاد قابل قبول ہو اور وہ حقیقت کے برعکس نہ ہو۔ اسی لیے کسی بات کی اچھی طرح تحقیق کیے بغیر اسے آگے بیان کرنا یا اس کی بنیاد پر کسی کے خلاف اقدام کرنا اسلام کی نظر میں سخت قابل مذمت عمل ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ (الحجرات ۴۹:۶)

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے، تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ لاعلمی کی بنا پر تم کسی قوم پر چڑھ دوڑو اور پھر اپنے کئے پر پچھتاؤ۔

تحقیق کے دوران اگر کسی شخص پر مسئلہ کی صحیح صورت حال واضح نہ ہو پائے، تو پھر اپنی جہالت پر ڈٹے رہنے کے بجائے اسے کسی صاحب علم سے رجوع کرنا چاہیے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (الانبیاء ۲۱:۷)

اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھو۔

تحقیق پر مبنی رائے قائم کرنا ہی عدل و انصاف کا تقاضا ہے۔ اسلام عدل و انصاف کا علم بردار ہے اور اسی کا حکم دیتا ہے۔ دنیا کی کوئی عدالت کسی ملزم کی بات سنے یا جانے بغیر اسے اپنی طرف سے مجرم قرار دے کر سزا نہیں سناتی۔ علم اور عدل کے حامل دین کا ماننے والا انسان معاشرتی معاملات میں دوسرے گروہوں، مسالک، مذاہب اور اقوام کے لوگوں کی بات سنے اور جانے بغیر یک طرفہ رائے قائم نہیں کرتا۔ تحقیق سے عاری سنی سنائی باتوں کو آگے پھیلانا اور ان کی بنیاد پر اپنی رائے قائم کرنا ایک باشعور انسان کا شیوہ نہیں ہوسکتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحدِثَ بِكُلِّ سَمَّاسَمِعَ (مقدمه صحيح مسلم: ٦)
آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو آگے بیان کرتا پھرے۔

(ب) رشتۂ اُخوت کا تحفظ

کسی علمی یا عملی اختلاف کے باوجود مسلمانوں کے درمیان اُخوت کو برقرار رکھنا اہم دینی تقاضا ہے۔ اختلاف کو برداشت کرنا اور وسعت کا ذریعہ بنانا شروع ہی سے مسلمانوں کی علمی روایت کا حصہ رہا ہے۔ لہٰذا علمی یا عملی اختلافات کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہم ان اختلافات کی بنیاد پر اُخوت کے بنیادی حکم سے رُوگردانی کریں۔ اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ ہمیشہ سے مختلف فقہی مکاتبِ فکر سے وابستہ ائمہ کرام، فقہائے عِظام اور علمائے اَعلام ایک دوسرے کی مختلف آراء سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔ علمی اختلاف کے باوجود وہ اُخوت اور باہمی احترام کو ملحوظ رکھتے تھے۔ آج بھی مدارس میں شاگرد اپنے اساتذہ کرام سے دلائل کی بنیاد پر بعض اوقات اختلاف رائے کرتے ہیں۔

(ج) غلطی کے امکان کو سامنے رکھنا

قرآن وسنت کی نصوص میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہوتی، لیکن اجتہادی مسائل اور قرآن وحدیث کے الفاظ کی تاویل میں دلائل کی بنیاد پر اختلاف کی گنجائش رہتی ہے۔ اس کے نتیجے میں صاحبِ علم کو اپنی رائے پر نظرِ ثانی کرنے یا اپنی رائے کو بہتر بنانے میں مدد ملتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ علمی اختلاف اور شخصی عناد میں فرق ملحوظ رکھا جائے۔ علمی اختلاف ایک اچھی صفت ہے جبکہ ذاتی عِناد ایک قابلِ مذمت صفت ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کا قول ہے:

هٰذَا الَّذِىْ نَحْنُ فِيْهِ رَأىٌ لَا نُجْبِرُ أَحَداً عَلَيْهِ وَلَا نَقُوْلُ : يَجِبُ عَلَى أَحَدٍ قَبُوْلُهُ بِكَرَاهَةٍ ، فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَىءٌ أَحْسَنَ مِنْهُ فَلْيَأْتِ بِه (امام ابن عبدالبر، الانتقاء فى فضائل الأئمة الثلاثة الفقهاء، ص ٢٥٨)

ہمارے درمیان زیرِ بحث مسئلہ میں یہ ایک رائے ہے، ہم کسی کو اس کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتے، سو جس کے پاس اس سے بہتر کوئی رائے ہو تو وہ (دلیل کے ساتھ) اسے پیش کرے (تا کہ ہم اس پر غور کریں)۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(د) اختلاف رائے سے نئے گوشے سامنے آتے ہیں

اختلاف رائے سے علمی مباحث کے نئے نئے گوشے سامنے آتے ہیں۔ چونکہ افراد کا اندازِ فکر، معلومات اور تجربات مختلف ہوتے ہیں، اس لیے اختلافِ رائے کی صورت میں ایک ہی چیز کے مختلف پہلو اجاگر ہو جاتے ہیں۔ اختلاف رائے ایک طرح سے فریقین کے دل میں ایک دوسرے کے لیے گنجائش پیدا کرتا ہے۔ یہی گنجائش علمی مباحث میں فکری ارتقاء اور عملی امور میں وسعتِ قلبی اور معاشرے میں تنوع کو فروغ دیتی ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ میں ایسی بے شمار مثالیں ملتی ہیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مثبت اختلاف کو کُھلے دِل سے قبول کیا جاتا رہا ہے۔ تمام بڑے ائمہ کرام کے شاگردوں نے بہت سے علمی اور فقہی مسائل میں اپنے اساتذہ سے اختلاف کیا اور جب وہ ایک دوسرے کی دلیل سے قائل نہ ہوئے تو باہمی احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی اپنی رائے پر قائم رہے۔

(ہ) مختلف آراء سے واقفیت

کسی مسئلہ پر اختلاف کی صورت میں انسان کو چاہیے کہ اس مسئلہ سے متعلق مختلف آراء اور مختلف زاویوں کا بغور جائزہ لے اور اس کے بعد اپنی رائے قائم کرے۔ دراصل کسی بھی عالم کے لیے ضروری سمجھا جاتا رہا ہے کہ وہ صرف اپنے نقطہ نظر سے واقف نہ ہو بلکہ اس موضوع پر دیگر اہل علم کی آراء اور ان کے نقطہ ہائے نظر سے بھی واقف ہو۔ ایسی واقفیت انسان کے علم کو پختہ کر دیتی ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ذخیرہ الفاظ	
نئے الفاظ اور اصطلاحات	معانی اور تشریحات
مغایرت	ایک دوسرے کا غیر ہونا، ایک دوسرے سے الگ الگ ہونا
مظاہرِ فطرت	قدرت کے نظارے، کائنات کی چیزیں، اللہ تعالیٰ کی نشانیاں
مفروضات	افراد، چیزوں یا حالات کے بارے میں پہلے سے کی جانے والی ایسی باتیں جو ابھی ثابت نہ ہوئی ہوں۔
ریاضت	عملی مشق
میزان	پرکھنے کا معیار
زاویہ نظر	دیکھنے کا انداز
تناظر	کسی چیز کو سامنے رکھتے ہوئے (فلاں چیز کے تناظر میں)
متحارب	تنازع میں ایک دوسرے سے نبرد آزما فریقین، لڑنے والا
مقبول	جس کو قبول کیا گیا ہو
مردُود	جس کو رد کر دیا گیا ہو
قانع ہونا	مطمئن ہونا، قائل ہو جانا

مشق

۱) مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجئے:

ا) اختلاف، جدل اور شقاق کے درمیان کیا فرق ہے؟

ب) اختلافِ رائے کس صورت میں قابل قبول ہے اور کس صورت میں نقصان دہ ہے؟

ج) اختلاف رائے کے آداب کو فروغ دینے کے لیے آپ کے خیال میں کیا اقدامات کرنے چاہئیں؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

د) اختلافِ رائے کے اسباب کون سے ہیں؟

ہ) اختلاف رائے کے آداب کو مثالوں سے واضح کیجئے۔

۲) مندرجہ ذیل میں درست اور غلط جملوں کی نشاندہی کیجئے

ا) اختلافِ رائے سے غور و فکر کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

ب) اختلاف رائے کے آداب کا لحاظ رکھنے سے اختلافِ رائے مفید ہوتا ہے۔

ج) انسان کی رائے ہمیشہ تحقیق پر مبنی ہونی چاہئے۔

د) انسان کو چاہیے کہ ہر وقت اپنی رائے کو حتمی سمجھے اور اس میں کسی قسم کی غلطی کے امکان کو مسترد کرے۔

۳) مندرجہ ذیل جملوں کو مکمل کیجئے:

ا) اختلاف رائے ______________ کا باعث ہے۔

ب) مختلف آراء سے ______________ انسان کے علم کو پختہ کرتی ہے۔

ج) اختلاف رائے کی صورت میں باہمی ______________ کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

د) قرآن مجید ______________ کی صورت میں اہل علم سے رجوع کرنے کا حکم دیتا ہے۔

ہ) عدل و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کسی کے بارے میں ______________ باتوں پر اپنی رائے قائم نہ کرے۔

عملی سرگرمی

☆ اپنی جماعت کو دو گروہوں میں تقسیم کیجئے اور ایک گروہ یہ موقف اختیار کرے کہ اختلافِ رائے ایک مثبت عمل ہے اور دوسرا گروہ یہ موقف اپنائے کہ اختلاف رائے ایک منفی عمل ہے۔ دونوں گروہ اپنے اپنے موقف پر دلائل دیجئے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تیسرا باب

امن اور سلامتی۔ معاشرے کی بنیادی ضرورت

امن کا مفہوم

عربی زبان میں خوف کی ضد کو ''امن'' کہا جاتا ہے۔ امن اُس حالت کا نام ہے، جس میں ہر شخص کی جان، مال، عزت محفوظ ہو اور اسے جائز ذرائع سے اپنی شخصیت کو بنانے سنوارنے، زندگی کے وسائل اور ترقی کے مواقع حاصل کرنے کی تگ ودُو کی آزادی حاصل ہو۔ عمومی معنی کے اعتبار سے امن محض جنگ کے نہ ہونے کا نام نہیں، بلکہ یہ ایسے ماحول کا نام ہے، جس میں کسی فرد یا گروہ کو دوسروں سے تحفظ کا یقین ہو اور کسی قسم کی ضرر رسانی کا اندیشہ نہ ہو۔ اس طرح امن معاشرے کی ایک بنیادی ضرورت ہے۔ اسلامی تعلیمات اس کی تائید کرتی ہے:

لَا تَظْلِمُونَ وَ لَا تُظْلَمُونَ (البقرہ ۲: ۲۷۹)
نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

امن کی اہمیت

عربی زبان میں امن کے لیے ''سلام'' کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔ اسلام میں امن کی اہمیت کا اندازہ مُسلمانوں کے سلام سے ہوتا ہے۔ جب بھی وہ ایک دُوسرے سے ملتے ہیں ''السلام علیکم'' کہہ کر ایک دُوسرے کو امن اور سلامتی کی دُعا دیتے ہیں۔

اسلامی تعلیمات میں امن وسلامتی کا مفہوم بہت وسیع اور جامع ہے۔ چنانچہ توحید، وحی، رسالت اور عقیدہ آخرت جیسے بنیادی اسلامی عقائد کو امن وسلامتی کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے۔ رب العالمین کے اسماءِ حُسنیٰ میں ''اَلرَّحْمٰنُ'' (نہایت مہربان)، ''المؤمن''، (امن یا امان عطا کرنے والا) ''المُهَيْمِنُ''،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(نگہبان)''**الحفیظ**''(حفاظت کرنے والا) اور ''**السّلام**''(سلامتی عنایت کرنے والا) ہیں۔قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ (الحشر ۵۹:۲۳)

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ حقیقی بادشاہ ہے، اس کی ذات ہر عیب سے پاک ہے، سلامتی عطا کرنے والا، امن دینے والا ہے نگہبان ہے، (سب پر) غالب، زبردست، کبریائی والا۔

اسی طرح اسلامی تعلیمات میں لوگوں کے ساتھ باہمی تعلقات کی بنیاد رحم و کرم، الفت و محبت، عزت و احترام، امن و سلامتی، عفو و درگزر اور عدل و انصاف پر استوار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں اس کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (المائدۃ ۵ :۱۳)

انہیں معاف کردو اور درگزر سے کام لو بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو واضح طور پر یہ ہدایت فرمائی ہے کہ دشمنوں کے ساتھ بھی عدل و انصاف کے مطابق معاملہ کریں۔ چنانچہ فرمایا:

یٰٓاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (المائدہ۵:۸)

اے ایمان والو! اللہ کے لیے (حق پر) مضبوطی سے قائم رہنے والے، انصاف پر مبنی گواہی دینے والے بنو۔ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ناانصافی کرو۔ انصاف کرو، یہی طریقہ تقویٰ کے قریب تر ہے۔

رحمۃ للعالمین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان کی پہچان یہ بیان فرمائی ہے کہ:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَ يَدِهٖ (متفق علیه)
مسلمان وہ ہے، جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

جبکہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِّسَانِهٖ وَ يَدِهٖ (سنن نسائی: ۱۱۷۲۶)
مسلمان وہ ہے، جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں

باہمی امن اور احترام کو نقصان پہنچانے والے رویوں سے منع فرماتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجتماعی زندگی کے مندرجہ ذیل اصول اور آداب بیان فرمائے ہیں:

وَلا تَحَاسَدُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا تَبَاغَضُوا، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَاناً (صحیح بخاری: ۵۷۱۷)
ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے منہ نہ موڑو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔

أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ (المعجم الكبير: ۱۳۶۴۶)
اللہ تعالیٰ کو لوگوں میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ ہے، جو لوگوں کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچانے والا ہو۔

اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ اس سے دوسروں کو تکلیف اور ایذا نہیں پہنچتی اور وہ بنی نوع انسان کے سکون، رحمت اور اطمینان کا باعث بنتا ہے اور دوسروں کو نفع پہنچاتا ہے۔
اسلامی تعلیمات کی روشنی میں امن اس وقت حاصل ہوتا ہے جب انسان خود ہر قسم کے خوف اور خطرات سے محفوظ ہو، اس کے ساتھ ساتھ وہ دوسروں کو بھی خوف اور خطرات سے محفوظ رکھے۔ دوسرے لفظوں میں امن اس صورت میں برقرار رہے گا جب کوئی بھی انسان کسی قسم کا خوف یا خطرہ محسوس نہ کرے، وہ پُرسکون زندگی بسر کر سکے اور اُسے اپنی صلاحیتوں کے مطابق ترقی کرنے کے مکمل مواقع حاصل ہوں۔
کسی انسان یا معاشرے کے لیے امن طبعی، ذہنی، رُوحانی اور سماجی لحاظ سے بندوں کے خوف سے آزاد

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہونے کا نام ہے۔ اسلام اہل ایمان کو پابند بناتا ہے کہ وہ اپنی اور معاشرتی زندگی کو امن کا گہوارہ بنائیں، خود بھی امن و آشتی سے رہیں اور دوسروں کے لیے بھی امن کے علم بردار بنیں، امن کے منافی سرگرمیوں سے دور رہیں، ظلم وفساد کی حوصلہ شکنی کریں مگر اس گو ہر مقصود کو حاصل کرنے کے لیے معاشرے میں عدل اجتماعی کا ہونا ضروری ہے تا کہ ہر ایک کو بلاتمیز مذہب و مسلک اس کے جائز حقوق کے تحفظ کی ضمانت مل سکے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے سرِتسلیم خم کرتے ہوئے زندگی گزارنا اور دوسرے انسانوں کے ساتھ صلح سے رہنا اور زمین پر شر اور فساد نہ پھیلانا امن ہے۔

امن کی چند بنیادی اصطلاحات

امن کا عمل اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ موقع کی مناسبت سے مختلف اسلوب اختیار کیے جائیں۔ درج ذیل اصطلاحات امن کے لیے کی جانے والی کوششوں کے مختلف مراحل اور اسالیب کو بیان کرتی ہیں۔ ان اسالیب کا استعمال انفرادی، گروہی، معاشرتی، قومی اور بین الاقوامی سطحوں پر امن کے قیام اور فروغ کے لیے کیا جا سکتا ہے۔ ان اصطلاحات سے علمی سطح پر اس موضوع کو سمجھنے اور عملی سطح پر امن کے قیام کے لیے کیے جانے والے اقدامات کو اختیار کرنے میں مدد ملتی ہے۔ ذیل میں ان اہم اسالیب اور مراحل کو بیان کیا جا رہا ہے۔

قیامِ امن

قیامِ امن کا مطلب یہ ہے کہ متحارب افراد اور گروہوں کو ایک دُوسرے پر حملہ کرنے سے روکنے کے لیے اُن کے درمیان قانونی، سماجی اور اخلاقی رکاوٹیں پیدا کی جائیں، جن کے نتیجے میں عارضی طور پر امن قائم ہو جاتا ہے۔ یہ رکاوٹیں تنازع کے دوران بھی ڈالی جا سکتی ہیں اور تنازع کے شدت اختیار کرنے سے پہلے بھی۔

گھر، کمرہ جماعت، کھیل کے میدان، دفتر وغیرہ میں پیش آنے والے روزمرہ تنازعات کی صورت میں قیامِ امن کے لیے اقدامات کیے جا سکتے ہیں۔ شخصی، معاشرتی، ملکی اور بین الاقوامی سطح پر قیامِ امن کی کوششیں جاری رہتی ہیں۔ بین الاقوامی تنازعات کے تناظر میں قیامِ امن کی کاوشوں سے مُراد وہ اقدامات ہوتے ہیں جو کسی پُرتشدُّد تنازع کو روکنے کے لیے کیے جاتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ایک موقع پر اہلِ قبا کے مابین جھگڑا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ نے فرمایا:

اِذْهَبُوْا بِنَا لِنُصْلِحِ بَيْنَهُم (مسند ابی یعلی الموصلی : ۷۵۴۵)

ہمارے ساتھ چلو تا کہ ہم ان کے درمیان صلح کروائیں۔

تشکیلِ امن

تشکیلِ امن سے مراد تنازع کے فریقین کے درمیان سمجھوتہ کرانا ہے۔ یہ سمجھوتہ تنازع کے دوران بھی ہو سکتا ہے اور کسی ممکنہ تنازع کو پُر تشدد ہونے سے بچانے کے لیے تنازع سے پہلے بھی۔ تشکیلِ امن کا مقصد یہ ہے کہ سمجھوتہ کے ذریعے فریقین کو پابند بنا کر تنازع کو شدت اختیار کرنے سے بچایا جا سکے۔ اس سے تنازع کے حل کا راستہ نکالنا آسان ہو جاتا ہے۔

سن ٦ ہجری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کرنے کا فیصلہ فرمایا اور مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس فیصلہ کا جب مکہ کے قبائل اور سرداروں کو پتا چلا تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ کسی صورت مسلمانوں کو عمرہ کرنے نہیں دیں گے۔ قریش مکہ نے مسلمانوں کو مکہ سے باہر حدیبیہ کے مقام پر ہی روک دیا۔ اس مقام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے ساتھ ایک معاہدہ کیا۔ یہ معاہدہ صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس معاہدہ میں دونوں فریقوں نے ایک دوسرے کی چند شرائط مان لیں اور باہم صلح کر لی۔ فریقین کے مابین یہ معاہدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سفیرِ مکہ سہیل بن عمرو کے درمیان طے پایا جسے حضرت علی کرم اللہ وجھہ نے تحریر کیا۔ اس معاہدہ کے ذریعے ایک ممکنہ تنازع کو شدت اختیار کرنے سے پہلے ہی بچایا گیا۔

اگرچہ ایسا سمجھوتہ فریقین کے درمیان براہ راست مذاکرات سے بھی ممکن ہے، تاہم اکثر اس میں کسی تیسرے مصالحت کار فرد یا گروہ کی مدد بھی لی جا سکتی ہے۔ یہ مصالحت کار تنازع کے حل کے لیے ابلاغ کے عمل میں حائل رکاوٹوں کو دُور کرتا ہے اور فریقین کی مدد کرتا ہے کہ وہ کسی قابلِ عمل سمجھوتے تک پہنچ سکیں۔
تشکیلِ امن کا عمل دو افراد کے درمیان تنازع میں شخصی سطح پر بھی قابلِ عمل ہے۔ عام طور پر قومی سطح کے تنازعات کے حل کے لیے کیے جانے والے مذاکرات سرکاری افسران یا سماجی عمائدین کے ذریعے کیے جاتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تاہم آج کل عام شہری بھی تشکیلِ امن کے عمل میں شامل ہورہے ہیں۔ عام شہری تشکیل امن کے سلسلے کا آغاز کرتے ہیں اور حکومتی اہل کار یا عمائدین اسے حتمی شکل دیتے ہیں۔ تشکیل امن کے مختلف مندرجہ ذیل مختلف ذیلی اسالیب ہو سکتے ہیں:

۱) مذاکرات: مذاکرات سے مراد تنازع کے فریقین کے درمیان گفتگو کرنا یا کرانا ہے۔

۲) مصالحت: مصالحت سے مراد تنازع کے فریقین کو براہ راست کسی سمجھوتہ یا تنازع کے حل تک پہنچانا ہے۔

۳) ثالثی: اس سے مراد تنازع کے فریقین کے لیے قابل اعتماد افراد یا گروہ کی طرف سے دونوں فریق کے لیے تنازع کا قابل قبول حل تجویز کرنا ہے۔

تعمیرِ امن

تعمیرِ امن سے مُراد وہ مرحلہ ہے جب تنازع کے بعد بحالی اور تعمیرِ نو کا عمل شروع ہوتا ہے۔ تعمیر امن کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ معاشرے میں تعلقات کو مستقل بنیادوں پر استوار رکھنے کی بدستور کوششیں کی جاتی رہیں، جن کے نتیجے میں معاشرے میں پُرتشدد تنازعات کا کوئی مرحلہ ہی نہ آپائے۔

تعمیرِ امن کے مرحلہ میں تعمیرِ نو کا مقصد صرف تباہ شدہ عمارات کی ازسرِنو تعمیر نہیں بلکہ سماجی، معاشی اور سیاسی ڈھانچے کی تعمیرِ نو اور تنازع کے شکار فریقین کے درمیان پہلے سے مضبوط اور پائیدار تعلقات استوار کرنا ہے۔

فتح مکہ (۸ ہجری) کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب فاتح بن کر شہر میں داخل ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے وہی لوگ تھے جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بے شمار ظلم ڈھائے، جس کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کئی جنگیں لڑیں۔ ان سب باتوں کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب کو معاف فرمایا اس معافی کے بعد ماضی کے دشمن اب ہر قسم کی تلخیاں بھلا کر مکمل طور پر آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور ایک نئی اجتماعی زندگی کا آغاز فرمایا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عارضی اور مستقل امن

عارضی امن سے مُراد وقتی طور پر حاصل ہونے والا وہ امن ہے جس میں لڑائی اور تشدد کو روک کر امن قائم کیا گیا ہو۔ جب کہ مستقل امن سے فریقین کے درمیان پائیدار اور خوشگوار تعلقات کی بحالی کے نتیجے میں حاصل ہونے والا امن ہے۔

امن کی مختلف کوششوں کے نتیجے میں عارضی یا مستقل امن حاصل ہوتا ہے۔ قیامِ امن اور تشکیلِ امن کے نتیجے میں حاصل ہونے والا امن عارضی، جب کہ تعمیرِ امن کے نتیجے میں حاصل ہونے والا امن مستقل کہلاتا ہے۔

ذخیرہ الفاظ	
نئے الفاظ اور اصطلاحات	معانی اور تشریحات
قیامِ امن	تشدد یا حملوں کو روک کر امن قائم کرنا،
تشکیلِ امن	فریقین کو تنازع سے پہلے یا اس کے بعد کے مرحلے میں کسی سمجھوتہ یا معاہدہ پر لانے کی کوشش کرنا تا کہ ایک طویل عرصے کے لیے امن قائم رہے اور تنازع کو حل کی طرف بڑھایا جا سکے۔
تعمیرِ امن	(۱) کسی تنازع کی صورت میں خوشگوار تعلقات کی بحالی کی کوششیں کرنا (۲) تعلقات کو اس طرح استوار رکھنے کی کوشش کرنا جس سے کوئی تشدد کا مرحلہ ہی نہ آ پائے۔
عارضی امن	تنازع کی صورت میں حملوں اور تشدد کو روکنے کے نتیجے میں وقتی طور پر قائم ہونے والا امن
مستقل امن	تعمیرِ امن کے نتیجے میں قائم ہونے والا پائیدار امن جس میں تنازع کی وجوہات کا حل نکالا جاتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مشق

۱) درج ذیل احادیث مبارکہ کا ترجمہ لکھیے:

(ا) اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِّسَانِهِ وَ يَدِهِ

(ب) أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاس

۲) درج ذیل سوالوں کے جواب دیجیے:

ا) امن کا مفہوم بیان کیجیے اور اسلامی تعلیمات میں امن سے کیا مراد ہے، وضاحت کیجیے۔

ب) قیامِ امن سے کیا مراد ہے؟ اپنی روزمرہ زندگی سے ایک مثال کے ذریعے واضح کیجیے۔

ج) تشکیلِ امن سے کیا مراد ہے؟ اپنی روزمرہ زندگی سے ایک مثال کے ذریعے واضح کیجیے۔

د) تعمیرِ امن سے کیا مراد ہے؟ اپنی روزمرہ زندگی سے ایک مثال کے ذریعے واضح کیجیے۔

ہ) عارضی امن اور مستقل امن میں کیا فرق ہے؟ مثالوں کے ذریعے واضح کیجیے۔

۳) مندرجہ ذیل جملوں کو مکمل کیجیے:

ا) امن اس حالت کا نام ہے جس میں ہر شخص کی ____________ محفوظ ہوں۔

ب) اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ایک ____________ بھی ہے۔

ج) امن اس صورت میں قائم رہے گا جب معاشرے میں ہر انسان دوسروں سے کسی قسم کا ____________ محسوس نہ کرے۔

د) تشدّد کی روک تھام کے لیے کوشش کو ____________ امن کہا جاتا ہے۔

ہ) عارضی امن سے مستقل امن کی طرف پیش رفت کے لیے کی جانے والی کوششوں کو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

_______________ امن کہا جاتا ہے۔

۴) مندرجہ ذیل میں سے صحیح اور غلط جملوں کی نشاندہی کیجیے:

ا) امن ہر انسان، ہر گھر، ہر شہر اور ہر ملک کی بنیادی ضرورت نہیں ہے۔

ب) اسلامی تعلیمات لوگوں کے ساتھ باہمی تعلقات کی بنیاد امن وسلامتی پر استوار کرنے کا حکم دیتی ہے۔

ج) انسان کو اپنی صلاحیتوں کے مطابق ترقی کرنے کا موقع فراہم کرنا تعمیرِ امن کے عمل کا حصہ ہے۔

د) مسلمان جب آپس میں ملتے ہیں تو ایک دوسرے کو امن وسلامتی کی دعا دیتے ہیں۔

ہ) پُر تشدّد حالات کو معمول پر لانے کے لیے کیے جانے والے اقدامات تشکیل امن کے عمل کا حصہ ہے۔

عملی سرگرمی

☆ اپنی جماعت کو تین گروپوں میں تقسیم کیجیے، ہر گروپ درج ذیل سوال کا جواب تحریر کرے، پانچ منٹوں کے بعد اپنا جواب اپنے گروپ ارکان کے سامنے بیان کرے۔ اس کے بعد گروپ میں سے ایک رکن کھڑے ہو کر اپنے جوابات پوری جماعت کو بھی بتائے:

''اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہم کس طرح اپنے ساتھیوں کو امن قائم رکھنے کی ترغیب دے سکتے ہیں؟''

☆ ہر طالب علم اپنی روزمرہ زندگی سے ایک ایسی مثال بتائے جس میں امن کی کوششوں کے مختلف اسالیب اختیار کیے ہوں۔

☆ مسلمانوں کی تاریخ سے عملی مثالوں کے ذریعے قیامِ امن، تشکیل امن اور تعمیر امن کے تصورات کو واضح کیجیے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چوتھا باب

تعمیرِ امن اور حل تنازعات - اسلامی اقدار و اصول

اسلام انسانوں سے بھلائی کرنے، ان سے انصاف کرنے اور آپس میں اتحاد و اتفاق سے رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ غلامی کا خاتمہ چاہتا ہے۔ صرف رنگ و شکل، زبان و علاقہ اور نسل و نسب کی بنیاد پر کسی قوم کی برتری کا اسلام مخالف ہے۔ اسلام سماجی انصاف، احسان، عفو و درگزر، اعمال کا احتساب (جزا و سزا)، صبر و تحمل، اجتماعیت، یکجہتی و باہمی شراکت، نیز تنازعات کی صورت میں صلح جوئی، لوگوں سے ہمدردی، غلطیوں کا محاسبہ، نقصانات کی تلافی اور اجتماعی فلاح کے لیے شخصی مفادات و جذبات کی قربانی کا درس دیتا ہے۔ ذیل میں چند اسلامی اقدار اور اُصولوں کا مختصراً ذکر کیا جا رہا ہے، جو تعمیرِ امن اور حل تنازعات میں کلیدی اہمیت کے حامل ہیں۔

(ا) سماجی انصاف

اسلام اپنا بنیادی مقصد انصاف پر مبنی معاشرے کا قیام بتاتا ہے۔ قرآن مجید میں بار بار انصاف کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ
(النساء ۴:۵۸)

''بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حق داروں کو پہنچاؤ اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کیا کرو۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُوْمًا. قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! هٰذَا نَنْصُرُهُ مَظْلُوْمًا فَكَيْفَ نَنْصُرُهُ ظَالِمًا ؟ قَالَ:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تَأۡخُذُ فَوۡقَ یَدَیۡهِ (صحیح بخاری: ۲۳۱۲)

اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم، صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہمارا مظلوم کی مدد کرنا تو قابل فہم ہے (کہ اسے ظلم سے بچائیں)، لیکن ہم ظالم کی مدد کیسے کریں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کا ہاتھ ظلم سے روک دو''، یعنی درحقیقت یہ اس کی مدد ہے کہ ظلم کے برے انجام سے محفوظ رہے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں صاحبزادوں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

کُوۡنَا لِلظَّالِمِ خَصۡماً وَ لِلۡمَظۡلُوۡمِ عَوۡناً (مروج الذھب، ج ۱، ص ۳۴۱)

تم دونوں ظالم کے مخالف اور مظلوم کے مددگار بنو

اسلامی تعلیمات کے مطابق انصاف کا دائرہ صرف مُسلمانوں تک محدود نہیں بلکہ یہ مسلم اور غیر مسلم دونوں کو شامل ہے۔ اگر معاشرے میں سماجی انصاف کی بالادستی ہو تو تعمیر امن کا عمل نہ صرف آسان ہوگا بلکہ پائیدار ہوگا، معاشرے میں کسی قسم کی ظلم و زیادتی اور خوف و بدامنی نہیں ہوگی۔

(۲) خیر اور احسان کے ذریعے بااختیار بنانا

اسلام بے اختیار طبقات اور افراد کو بااختیار بنانے اور اُن کی مدد کا درس دیتا ہے۔ ظلم کے خلاف جدوجہد کرنا، غریبوں کی امداد کرنا اور خیر و احسان کو فروغ دینا وہ بنیادی اقدار ہیں جن پر قرآن و حدیث میں خاص زور دیا گیا ہے۔

وَ اٰتِ ذَا الۡقُرۡبٰی حَقَّهٗ وَ الۡمِسۡکِیۡنَ وَ ابۡنَ السَّبِیۡلِ وَ لَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِیۡرًا (الاسرآء ۱۷:۲۶)

''اور رشتہ داروں اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق دو اور فضول خرچی نہ کرو۔''

اسلام میں بے اختیار اور پسے ہوئے طبقات کو سماجی و معاشی لحاظ سے بااختیار کرنا نہایت اہم ہے۔ سماجی و معاشی لحاظ سے بااختیار کرنے کے اس عمل کو اہم نیک اعمال میں شمار کیا گیا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۳) عفو و درگزر

اسلام عفو و درگزر پر بہت زیادہ زور دیتا ہے۔قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ (شوریٰ ۴۲:۴۰)

''اور برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے،مگر جس نے معاف کیا اور اصلاح کی،تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔''

قرآنِ کریم ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم عفو و درگزر کا مظاہرہ کریں اور بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دینے کے بجائے احسان سے دیں۔

وَلاَ تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلاَ السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِىْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيْمٌ (حٰمٓ السجدة ۴۱:۳۴)

''اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہوتیں،تو برائی کا ازالہ نہایت اچھے طریقے سے کرو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ شخص کہ تمھارے اور اس کے درمیان دشمنی ہے،وہ تمھارا سرگرم دوست بن جائے گا۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر عفو و درگزر کی عظیم مثال قائم کی اور فرمایا:

اے قریش کی جماعت! آپ کیا کہتے ہیں کہ آج آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ انھوں نے کہا: آپ ہمارے بھتیجے اور عم زاد اور رحم کرم کرنے والے ہیں،اس لیے ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ ہمیں معاف فرمائیں گے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ان سے یہی سوال پوچھا،انھوں نے پھر یہی جواب دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فَاِنِّىْ أَقُوْلُ مَا قَالَ أَخِىْ يُوْسُفُ: لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

''میں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف (علیہ السلام) نے کہی تھی: آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمھیں معاف کردے گا اور وہ سب سے بڑا رحم فرمانے والا ہے۔'' (سنن نسائی:۱۱۲۳۴)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب بھی مظالم ڈھائے گئے تو جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دُعا دی اور معاف فرمایا۔ ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شکایت کی کہ مکہ والوں نے مُسلمانوں کو تکالیف دے کر اللہ تعالیٰ کے غضب کو للکارا ہے، لہٰذا اُن کے لیے بددُعا کی جائے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا:

إِنِّيْ لَمْ أُبْعَثْ لَعَّاناً، وَإِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً (مسلم : ٢٦٠٥)

''مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا، مجھے تو فقط رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے''۔

(۴) اعمال: انفرادی ذمہ داری اور اختیار

اسلام کے نزدیک ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ نہ کوئی اس کی جگہ عمل کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی کسی کے اعمال کی ذمہ داری اٹھا سکتا ہے۔ اسلام کے مطابق، انسانی اعمال کے تین درجات ہیں جن کی روشنی میں اللہ تعالیٰ اِن اعمال کا میزان کرتا ہے:

☆ اللہ تعالیٰ کی طرف انسان کی ذمہ داری: یہ ذمہ داری انسان مذہبی فرائض کی انجام دہی سے پوری کرتا ہے۔

☆ اپنی ذات کی طرف ذمہ داری: یہ ذمہ داری انسان اپنی صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اور اپنی عزتِ نفس اور خودداری کا لحاظ رکھتے ہوئے پوری کرتا ہے۔

☆ انسان کی دُوسرے انسانوں سے متعلق ذمہ داری: یہ ذمہ داری ایک انسان دُوسرے انسانوں کی نسبت اپنے حقوق و فرائض کی ادائیگی میں میانہ روی اختیار کر کے، اجتماعی ذمہ داری کا مظاہرہ کر کے اور معاشرے کے لیے ایک نفع بخش انسان بن کر پُوری کرتا ہے۔

اس طرح اچھے اعمال سرانجام دینے کا تصور معاشرتی عمل بن جاتا ہے اور مُسلمانوں کو معاشرتی زندگی میں بہتری لانے کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ ایک دُوسرے کی مدد کرنا، غربت کے خاتمے کے لیے سرگرم رہنا اور تنگ دستوں کی مدد کرنا مُسلمان کے بنیادی مذہبی فرائض میں شامل ہے۔ ذاتی ذمہ داریوں سے لے کر معاشرتی ذمہ داریوں تک تنازعات کے حل کا اسلامی ماڈل اعمال اور مستحکم اقدامات کی صورت میں ٹھوس نتائج سامنے لاتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۵) صبر و تحمل

اسلام تعلیم دیتا ہے کہ صبر و تحمل سے کام لیا جائے اور انسان دُوسروں کے بارے میں جلد بازی کے بجائے صبر و تحمل سے پیش آئے۔ صبر مؤمن کا وہ ہتھیار ہے جو اُسے انتہائی مشکل حالات میں حوصلہ اور توانائی بخشتا ہے۔

اسلامی تاریخ صبر کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر اکابرین امت کے صبر و تحمل کی مثالیں ہمیں یہی سبق دیتی ہیں کہ ہم بھی عملی زندگی میں صبر و تحمل کو اپنے مستقل رویوں میں شامل رکھیں۔

(۶) باہمی تعاون و یکجہتی

معاشرے میں یک جہتی ہو تو کسی بھی تنازع کے شکار فریقین ایک دُوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے کسی معاہدے تک پہنچ سکتے ہیں۔ اجتماعی یا گروہی تنازعات، انفرادی تنازعات سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ ان کے اثرات پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لیتے ہیں۔ قرآن کریم ہمیں بھلائی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرنے اور برائی اور سرکشی پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔

تنازعات کے حل اور قیامِ امن میں تعاون پر مبنی اجتماعی کاوشیں انفرادی اور مقابلے پر مبنی کاوشوں سے زیادہ مفید اور مؤثر ثابت ہوتی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

یَدُاللّٰهِ عَلَی الْجَمَاعَةِ (سنن ترمذی: ۲۱۶۶)

اللہ کی تائید جماعت کو حاصل ہے۔

(۷) شورائیت

شورائیت فیصلہ سازی میں دوسروں کو شریک کرنا ہے۔ یہ اسلامی اقدار میں سے ایک اہم قدر (Value) ہے جو خاندان، دفتر، ادارہ اور حکومت غرض کہ ہر سطح پر قابل عمل ہے۔ مشاورت اور اجتماعی فیصلے آمرانہ فیصلہ سازی کے مقابلے میں زیادہ بہتر اور مفید نتائج کے حامل ہوتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

شورائیت ایک لحاظ سے معاشرتی ضرورت ہے۔ دنیا کے تمام مہذب اور متمدن معاشروں میں منتخب جمہوری حکومتیں اسی معاشرتی ضرورت کی تکمیل کے لیے قائم ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَمْرُهُمْ شُوْرَىٰ بَيْنَهُمْ (الشوریٰ: ۳۸)

اور مسلمانوں کے اجتماعی معاملات باہمی مشاورت سے طے ہونے چاہئیں۔

(۸) مصالحت

اگر فریقین باہمی گفت وشنید سے تنازع کا حل تلاش کرنے میں ناکام ہو جائیں، تو پھر کسی تیسرے فریق یا مصالحتی ادارے کی مدد لی جاتی ہے۔ تیسرے فریق کا بنیادی کام اختلافات کو کم کرنا اور مفاہمت کی راہیں تلاش کرنا ہوتا ہے۔ تنازعات کی صورت میں اسلامی تعلیمات فریقین کے درمیان فوری مصالحت کرنے کا حکم دیتی ہیں۔ تنازعات کو حل کرنے میں مدد دینا سب مسلمانوں کا ایک دوسرے پر فرض ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ (الحجرات ۴۹: ۱۰)

بے شک سب مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں، پس تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (الحجرات ۴۹: ۹)

اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم ان کے مابین صلح کروا دو۔ پھر اگر ایک، دوسرے پر زیادتی کرنا چاہے تو زیادتی کرنے والے گروہ کے خلاف لڑو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ پھر اگر وہ لوٹ آئے تو انصاف کے مطابق دونوں کے مابین صلح کرو اور عدل سے کام لو۔ بے شک اللہ انصاف سے کام لینے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بَيْنَهُمَا (النساء ۴ :۳۵)

اور اگر تمھیں ان (میاں بیوی) کے درمیان ناچاقی کا اندیشہ ہو تو ایک منصف مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک منصف عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو۔ اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان اتفاق کر دے گا۔

مصالحت کار میں مصالحت کرنے کی صلاحیت کے ساتھ ساتھ ایک مؤثر و غیر جانبدار شخصیت، فیصلہ سازی اور لوگوں کو قائل کرنے کی صلاحیت کا پایا جانا ضروری ہے۔ مصالحت کار کے لیے ضروری ہے کہ وہ انصاف اور غیر جانبداری کے اصولوں پر قائم رہیں تاکہ دونوں فریق اُن پر اعتماد کر سکیں۔

(۹) اصل مسئلہ پر توجہ

تنازعات کے دوران مصالحت کے عمل میں ضروری ہے کہ لوگوں پر توجہ مرکوز کرنے کے بجائے بنیادی مسئلہ پر توجہ مرکوز رہے تاکہ تنازع کا بہتر اور مؤثر حل سامنے آ سکے۔ نزاعی مسئلہ کو مرکز توجہ بنانا چاہیے، نہ کہ اس مسئلے سے متعلق افراد کو، کیونکہ اس صورت میں لوگ اصلاح پر آمادہ ہونے کی بجائے اسے انا کا مسئلہ بناتے ہیں اور ہٹ دھرمی کا رویہ اختیار کر کے غلطی پر ڈٹ جاتے ہیں۔

(۱۰) جوش کو ہوش پر غالب نہیں آنا چاہیے

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہمیشہ دیرپا مقاصد کو سامنے رکھنا چاہیے اور اس کے لیے وقتی طور پر بعض اوقات ناخوشگوار صورت حال کو برداشت کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے اور یہ اہلِ عزیمت کے لیے کڑے امتحان کا مرحلہ ہوتا ہے، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صلح حدیبیہ کے موقع پر پیش آیا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سن ۶ ہجری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش مکہ کے ساتھ ایک معاہدہ کیا۔ یہ معاہدہ صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس معاہدہ کی چند شرائط سے بعض مسلمان بظاہر متفق نہیں تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو منظور فرمایا۔ دراصل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیشِ نظر مستقبل میں اس سے حاصل ہونے والے نتائج اور فریقین کے فوائد تھے کہ ایک بار معاہدہ ہو جانے کے بعد سب سکون واطمینان کے ساتھ زندگی گزار سکیں گے، چنانچہ مسلمانوں کا امن پسند اور منصفانہ رویّہ دیکھ کر تھوڑے ہی عرصے میں اچھے خاصے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ صلح حدیبیہ والے سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسلمانوں کی تعداد چودہ سو تھی، ڈیڑھ سال کے بعد فتح مکہ کے موقع پر یہ تعداد بڑھ کر دس ہزار ہو گئی۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مشن اور مقصد پر نگاہ مرکوز رکھی جس سے مسلمانوں کے حق میں نتائج بہت مفید نکلے۔

(۱۱) گروہ بندی سے بالاتر اجتماعی رویہ

مصالحت کروانے والے رہنما کے لیے بنیادی چیز یہ ہے کہ وہ ذہنی اور فکری طور پر مختلف گروہوں کے مابین پُرامن بقائے باہمی اور معاشرے کی مجموعی ترقی پر یقین رکھتا ہو اور اس مقصد کے لیے سب کو یکساں مواقع فراہم کرتا ہو۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے مشکلات بھی برداشت کر سکتا ہو اور قربانی دینی پڑے تو اس کے لیے بھی تیار ہو۔

اگر کوئی رہنما کسی ایسے تنازع میں یہ کردار ادا کرنا چاہے جس میں خود اس کا اپنا گروہ ایک فریق کی حیثیت رکھتا ہو تو مصالحت کا کام مزید مشکل ہو جاتا ہے۔ ہر گروہ اپنے قائدین سے توقع کرتا ہے کہ وہ ہر حالت میں اسی کے مفاد کا تحفظ کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کریں گے۔ گروہ کو انصاف پر مبنی فیصلوں کو قبول کرنے پر آمادہ کرنا ایک بہت بڑا مسئلہ ہوتا ہے۔ ایک بڑا قائد ہی ایسا کر سکتا ہے۔

گویا حلِ تنازعات میں کردار ادا کرنے کے لیے راہ نما کو بعض اوقات اپنے گروہ کے ناراض ہونے اور اپنے مرتبے کے کھو جانے کا خطرہ بھی ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت میں اپنے گروہ کی تربیت کرنا اور اُنھیں انصاف کے ساتھ کیے گئے فیصلے قبول کرنے کے لیے تیار کرنا ایک بڑی کامیابی ہوگی۔ یہ کام کوئی بڑا رہنما ہی کر سکتا ہے۔

(۱۲) غلطیوں کا محاسبہ اور تلافی

ایک ذمہ دار قائد کا یہ فرض ہے کہ وہ جان بوجھ کر یا ناسمجھی سے کی جانے والی غلطیوں اور زیادتیوں پر اپنے لوگوں سے پُوچھ گچھ کر سکے۔ اگر ان غلطیوں سے کسی کو نقصان پہنچا ہو تو اُسے پورا کرنے کی کوشش کرے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فتح مکہ کے موقع پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے بنوخذیمہ کے کچھ لوگ ناحق قتل ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجھہ کو وافر مال دے کر بھیجا جس سے بنوخذیمہ کے جانی اور مالی ہر طرح کے نقصان کی کھلے دل سے تلافی کی گئی۔ یہاں تک کہ جب تمام معاوضے ادا کرنے کے بعد بھی کچھ رقم بچ گئی تو حضرت علیؓ نے وہ بھی مقتولین کے ورثاء کو دے دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس عمل کی تحسین فرمائی۔ (سیرت ابن ہشام: ج ۲، ص ۴۲۸)

(۱۳) فلاح عامہ کو فوقیت

اسلامی تعلیمات میں خود غرضی کے بجائے فلاح عامہ کو فوقیت دی گئی ہے۔ اس سلسلے میں ایثار، ضرورت مندوں، غریبوں، معذروں، یتیموں، کمزوروں اور بے سہارا افراد کے ساتھ خصوصی ہمدردی سے پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔ تعمیرِ امن میں خود غرضی پر مبنی انفرادی مفاد پر اجتماعی مفاد کو ترجیح دی جاتی ہے۔

ذخیرہ الفاظ	
نئے الفاظ اور اصطلاحات	معانی اور تشریحات
مشیت	ارادہ
حریفانہ روش	دشمنی پر مبنی برتاؤ، ایک دوسرے کے خلاف اپنائے جانے والی روش

مشق

۱) **مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب دیجئے:**

ا) سماجی انصاف کی فراہمی کے لیے آپ کیا کردار ادا کر سکتے ہیں؟

ب) خیر واحسان کے ذریعے لوگوں کو کیسے بااختیار بنایا جاسکتا ہے؟

ج) انسانی زندگی کے تقدس سے متعلق اسلامی تعلیمات کیا کہتی ہیں؟

د) شورائیت کسے کہا جاتا ہے؟ اجتماعی زندگی میں اسے کیسے اختیار کیا جاسکتا ہے؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہ) اسلام کے نزدیک ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ وضاحت کیجئے۔

و) تنازعات کے حل اور مصالحت کے بارے میں اسلامی تعلیمات بیان کیجئے۔

۲) مندرجہ ذیل جملوں کو مکمل کیجئے:

ا) اسلام کا بنیادی اصول اور نصب العین ______________ ہے۔

ب) اسلام ______________ خاتمہ چاہتا ہے۔

ج) ______________ مبنی معاشرے کا قیام اسلام کے بنیادی مقاصد میں سے ہے۔

د) جس نے ایک انسان کی جان بچائی گویا اُس نے ______________ کی جان بچائی۔

ہ) مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ______________ پر قائم رہیں۔

و) مسلمانوں کے متنازع دو گروہوں کے درمیان ______________ کرانا حکم الٰہی ہے۔

۳) مندرجہ ذیل میں سے درست اور غلط جملوں کی نشان دہی کیجئے:

ا) تعمیر امن اور غیر متشدد مزاحمت کے دوران صبر بنیادی قدر سمجھی جاتی ہے۔

ب) سماجی انصاف معاشرے میں پائیدار امن کا ضامن نہیں ہے۔

ج) قرآن ہمیں برائی کا جواب بھلائی سے دینے کا حکم دیتا ہے۔

د) مساوات کا اصول ہمیں لوگوں کے ساتھ امتیازی سلوک کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

ہ) مصالحت کار کو غیر جانبدار رہنا چاہیئے۔

عملی سرگرمی

☆ جماعت کو دو گروپ میں تقسیم کیجئے اور ہر گروپ ایک چارٹ بنائے اور اس کے اندر دو کالم بنائے۔ ایک کالم میں باب میں شامل اسلامی اقدار و اصولوں کی فہرست لکھے جبکہ دوسرے کالم میں وہ حالات اور مواقع بتائے جن میں مذکورہ اقدار اور اصول امن کی کوششوں کو نتیجہ خیز بنانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پانچواں باب

تنازُع کے بنیادی تصوُّرات

تنازع اور امن دراصل ایک دُوسرے سے جُڑے ہوئے معاملات ہیں۔امن کے بنیادی تصور کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ تنازع کیا ہے اور اس کے بارے میں عمومی تصورات کیا ہیں، تنازع کے اجزائے ترکیبی کیا ہیں، تا کہ تنازع کو بہتر انداز میں سمجھا جا سکے اور حل کیا جا سکے۔ ذیل میں تنازع کا مفہوم اور اس سے متعلق چند بنیادی تصورات کو بیان کیا جا رہا ہے:

تنازع کا مفہوم

لفظ ''تنازع'' عربی زبان کے لفظ ''نزع'' سے نکلا ہے۔نزع کا معنی کھینچنا ہے۔لغت میں دو یا دو سے زائد افراد کا کسی چیز کو اپنی طرف کھینچنا تنازع کہلاتا ہے۔جبکہ تنازع عام بول چال میں اختلاف، جھگڑے یا کشمکش کو کہا جاتا ہے۔عموماً کسی تنازع کی شدت میں کمی یا اضافہ ہونے میں فریقین کے مفادات، اہداف، اعتقادات، خیالات اور نقطہ ہائے نظر اہم کردار ادا کرتے ہیں۔اصطلاح کے لحاظ سے ماہرین تنازع کی وضاحت مختلف انداز میں کرتے ہیں۔ مثلاً:

- ☆ تنازع عموماً دو افراد یا گروہوں کے درمیان وقوع پذیر ہوتا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے اہداف میں عدم مطابقت ہے، یا دونوں جن وسائل کے حصول کی خواہش رکھتے ہیں وہ کم ہیں، اس لیے وہ زیادہ حصہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جنہیں خوف لاحق ہو کہ فریق مخالف ان کے اہداف کے حصول کی راہ میں رکاوٹ ہے۔
- ☆ تنازع کا مطلب فریقین کے درمیان مفادات کا ٹکراؤ ہے یا کم از کم وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے مفادات میں تصادُم موجود ہے۔اس طرح تنازع میں فریقین یہ یقین رکھتے ہیں کہ دونوں اپنی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

موجودہ خواہشات یا توقعات کو بیک وقت پورا نہیں کر سکتے۔

☆ کوئی بھی ایسی صورت حال تنازع کا باعث ہے جس میں دو یا دو سے زیادہ افراد یا گروہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی اقدار یا ضروریات مختلف ہیں۔

مندرجہ بالا نکات کی روشنی میں تنازع کی ایک جامع تعریف درج ذیل الفاظ میں کی جاسکتی ہے:

☆ **''تنازع سے مراد کم سے کم دو افراد یا گروہوں کے درمیان ایسا تعلق ہے جن کے مفادات، مقاصد، نظریات یا ضروریات میں تصادم یا عدم مطابقت پائی جاتی ہے۔''**

تنازع کے بارے جاننے کی چند اہم باتیں

تنازعات کو سمجھنے اور حل کرنے کی مہارتوں کے حصول کے لیے پہلے تنازع کے بارے میں چند بنیادی باتوں کو سمجھنا ضروری ہے تا کہ اس کی نوعیت کو جان کر ایک بہتر لائحہ عمل اختیار کیا جا سکے۔

☆ **تنازع زندگی کا فطری حصہ ہے:** ہمیں ہر قدم پر تنازع اور اختلاف کا سامنا رہتا ہے۔ تنازع ہماری روزمرہ زندگی کا حصہ ہے۔ اصل اہمیت اس بات کی ہے کہ ان تنازعات سے کس طرح نمٹا جائے۔

☆ **تنازع ہمیشہ منفی نہیں ہوتا:** اگرچہ تنازع اکثر ناخوشگوار ہوتا ہے، لیکن اگر اسے مثبت انداز میں حل کرنے کی کوشش کی جائے تو اسے مثبت اور تعمیری تعلقات میں بدلا جا سکتا ہے۔ تنازعات انفرادی یا شخصی، خاندانی، گروہی، معاشرتی، قومی اور بین الاقوامی سطح پر منظر عام پر آ سکتے ہیں۔

☆ **تنازع ہمیشہ پُر تشدد نہیں ہوتا:** جب مناسب طریقے سے تنازع کو حل کرنے کی کوشش کی جائے تو تنازع پُر امن اور مفید ہو سکتا ہے اور اس میں تشدد نہیں رہتا۔

☆ **تنازع کسی کو بھی پیش آ سکتا ہے:** جب دو یا دو سے زیادہ لوگ ایک ساتھ رہتے ہیں تو ان کے درمیان تنازع پیدا ہو سکتا ہے۔ تنازع کسی کو کسی وقت بھی پیش آ سکتا ہے، لہٰذا اس سے تعمیری انداز سے نمٹنے کے لیے تیار رہنا ضروری ہے۔ درحقیقت، داخلی طور پر اپنی ذات میں بھی مختلف

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سطح پر تنازعات ممکن ہیں۔

☆ **تنازعات خلا میں وقوع پذیر نہیں ہوتے:** تنازع کے پیدا ہونے یا پُر تشدّد ہونے کا ایک پسِ منظر ہوتا ہے۔ تنازعات کی وجوہات اور محرکات میں ثقافت، نسل، جنس، صنف، شناخت، مذہب اور مفاد وغیرہ شامل ہو سکتے ہیں۔

☆ **تنازعات کسی تعلق کی بنیاد پر وقوع پذیر ہوتے ہیں:** تنازعات ان لوگوں کے درمیان پیش آتے ہیں، جن کے مابین کسی قسم کا تعلق ہو۔ کسی خاص تعلق یا رشتے کی محرکات، ضروریات و مفادات، طاقت اور اختیار کی کشمکش کو جنم دیتی ہیں۔ اکثر صورتوں میں کسی ایک فرد یا گروہ کا رویہ تنازعات کو جنم دے سکتا ہے۔

☆ **تنازع کو بہتر حکمت عملی سے مواقع میں تبدیل کیا جا سکتا ہے:** تنازع کی صورت حال میں بہتر حکمت عملی اپنائی جائے تو اس کی شدت کو روکا جا سکتا ہے، اس کا بہتر حل نکالا جا سکتا ہے اور تنازعات کو بہتر مواقع میں تبدیل بھی کیا جا سکتا ہے۔

تنازع کے اجزائے ترکیبی

تمام تنازعات کے اجزائے ترکیبی میں کچھ مخصوص عناصر مثلاً فریقین، تعلق، رویے و طرزِ عمل، مسائل، موقف و مفاد اور نتائج وغیرہ شامل ہوتے ہیں، جنہیں سمجھنا تنازع کے حل کی حکمت عملی تیار کرنے کے لیے ضروری ہے۔ مثال کے طور پر اگر آمدنی کم ہو اور شوہر نئی کار پر خرچہ کرنا چاہتا ہو اور بیوی چاہتی ہو کہ گھر کا رنگ و روغن تبدیل کر لیا جائے تو تنازع وقوع پذیر ہو سکتا ہے۔

(ا) فریقین

ایسے افراد یا گروہ جو تنازع میں شامل ہوں، فریقین کہلاتے ہیں۔ ایک تنازع میں افراد، گروہ، تنظیمیں، معاشرے اور اقوام فریقین ہو سکتے ہیں۔ تنازعات کا حصہ بننے والے فریقوں کو تین درجات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

- ☆ **بنیادی فریقین:** ایسے افراد یا گروہ جو کسی تنازع کا براہِ راست حصہ ہوں، درج بالا مثال میں میاں اور بیوی وسائل کے خرچ پر جنم لینے والے تنازع کے بنیادی فریقین ہیں۔
- ☆ **ثانوی فریقین:** ایسے افراد یا گروہ جو تنازع کا بالواسطہ حصہ ہوں۔ درج بالا مثال میں بچے جن پر والدین کے مابین تنازع اثر انداز ہوسکتا ہے۔
- ☆ **دیگر متاثرین:** ایسے افراد یا گروہ جو کسی تنازع کا بلا واسطہ یا بالواسطہ حصہ نہ ہوں، بلکہ ان کا تنازع سے دُور کا مفاد وابستہ ہو۔ مثال کے طور پر میاں اور بیوی کے درمیان تنازع میں دوست یا رشتہ دار جن پر تنازع اثر انداز ہوسکتا ہے۔

(ب) تنازع میں موجود تعلق

تنازع کے اجزائے ترکیبی میں سے ایک، تنازع کے فریقین کے درمیان موجود تعلق بھی ہے۔ کسی تنازع کے حل کے مناسب اقدامات کا انحصار اس پر ہے کہ فریقین کے درمیان موجود رشتے اور تعلق کی نوعیت کیا ہے۔ اس رشتے اور تعلق کی اہمیت کا تعین عام طور پر رائج ثقافتی روایات سے ہوتا ہے۔

اکثر اوقات ثقافت اور ماحول، فریقین سے تنازعات کے دوران مخصوص طرزِ عمل اور رویوں کا تقاضا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک بیٹے یا بیٹی اور والدین کے مابین تنازع میں ثقافتی اور معاشرتی اقدار اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ یہ ثقافتی اور معاشرتی اقدار ہی ہیں جن کی مدد سے تنازعات کے دوران اُن سے مخصوص طرزِ عمل یا رویوں کی توقع کی جاتی ہے۔ اسی طرح ایک گروہ میں قائد اور اس کے پیروکاروں کے درمیان تعلق کا تعین بھی بہت حد تک ثقافت اور سماجی ماحول کرتا ہے۔

پرانے تعلقات میں کچھ ایسے اسباب موجود ہوتے ہیں جو تنازعات کے دوران کھل کر سامنے آتے ہیں۔ مثال کے طور پر طاقت، اختیار اور وسائل تنازعات کے دوران مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔ تنازعات کے دوران لوگ اپنی طاقت معاشرتی روایات سے حاصل کرتے ہیں۔

طاقت اور اختیار کے علاوہ تنازعات کے دوران فریقین کی طرف سے چند مخصوص رویے سامنے آتے ہیں،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جن کے ذریعے وہ اپنے موقف کو زور دار انداز میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک خاندان میں جب تنازع شدت اختیار کر جائے تو ایک فرد بیمار ہونے کا بہانہ کرے اور اس طرح تنازع سے توجہ ہٹا کر ہمدردیاں سمیٹ لے۔ ہوسکتا ہے کہ اس طرزِ عمل سے تنازع کے دُوسرے فریق احساسِ ندامت میں مبتلا ہو جائیں کہ انہوں نے دورانِ تنازع اپنے خاندان کے بیمار فرد کے خلاف سخت رویہ اختیار کر رکھا تھا۔

ایک طرزِ عمل یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی گالم گلوچ اور ڈرانے دھمکانے پر اُتر آئے تا کہ دُوسرے اس کے خوف کا شکار ہو کر اپنے مطالبات سے پیچھے ہٹ جائیں۔

(ج) رویّے اور طرزِ عمل

رویوں کا تعلق ایسے جذبات، خیالات اور احساسات سے ہے جو تنازع کا حصہ بننے والے فریقین کے طرزِ عمل کو متاثر کرتے ہوں۔ رویوں میں درج ذیل جذبات، خیالات اور احساسات شامل ہیں:

- ☆ کسی شخص یا چیز کے بارے میں مثبت یا منفی احساس
- ☆ عمومی توقعات، جذباتی کیفیّات اور خیالات و احساسات جو تنازع پر اثر انداز ہوسکیں۔
- ☆ تنازع کے بارے میں تصورات مثلاً کیا تنازع سے بچنا چاہیے، دُوسرے کو نشانہ بنانا چاہیے یا اس کا حل نکالنا چاہیے)۔

طرزِ عمل سے مراد یہ ہے کہ فریقین تنازعات کے دوران کس انداز میں پیش آتے ہیں۔ طرزِ عمل ان اقدامات سے ظاہر ہوتا ہے جو ایک فریق تنازع کی صورت حال سے نمٹتے ہوئے اٹھاتا ہے۔

(د) مسائل

فریقین کے مفادات میں عدم مطابقت سے اکثر مسائل جنم لیتے ہیں۔ تنازعات کے دوران مسئلہ کسی خواہش، خوف، نظریہ یا مفاد پر مبنی ہوسکتا ہے۔ اکثر اوقات مقاصد کی عدم مطابقت مسائل پر مبنی تنازعات کی وجہ بنتی ہے۔ شروع میں دی گئی میاں بیوی کی مثال میں تنازع کی وجہ وسائل کی کمی ہے، جب کہ مسائل گھر کو رنگ و روغن کرانے کے اور کار خریدنے کے ہیں۔ مسائل مندرجہ ذیل اقسام کے ہوسکتے ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

☆ ایسے مسائل جو وسائل کی کمی سے پیدا ہوں
☆ ایسے مسائل جو زندہ رہنے کے عمل کو جاری رکھنے کے لیے پیدا ہوں (بقا پر مبنی تنازعات)
☆ ایسے مسائل جو رشتوں کی حرکیات سے پیدا ہوں (منفی رویے یا طاقت و اختیار کے مسائل)
☆ ایسے مسائل جو اقدار سے جنم لیں (عقائد اور مذہبی اقدار)

(ہ) موقف اور مفادات

موقف سے مُراد وہ نقطہ نظر یا نعرہ ہے جس کے ذریعے لوگوں کی توجہ حاصل کی جاتی ہے۔ موقف کوئی بیان یا عمل ہے جو ایک دعوے کو دلیل فراہم کرتا ہے۔ موقف کا مطلب وہ طریقہ کار بھی ہوسکتا ہے جس کی مدد سے ایک خاص گروہ اپنے مفادات حاصل کرنا چاہتا ہے۔ لوگ اپنے موقف پر ڈٹ جاتے ہیں یا پھر اپنے دعوے کو منظر عام پر لانے کے لیے موقف تبدیل کرتے رہتے ہیں۔

مفاد سے مُراد وہ بنیادی ضرورت ہے، جس کے حصول کے لیے کوئی موقف اختیار کیا جاتا ہے۔ اگرچہ تنازع کے پیچھے مفاد کارفرما ہوتا ہے لیکن بعض اوقات مفاد کو سامنے نہیں لایا جاتا، عام طور پر ہر موقف کے پیچھے کم سے کم ایک مفاد ضرور ہوتا ہے۔ بعض اوقات تنازع کے فریقین کا موقف مختلف دکھائی دیتا ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو اُن کا مفاد ایک یا ملتا جلتا ہوتا ہے۔

موقف: (کیا) دوسرے فریق کا موقف کیا ہے: وہ کیا چاہتے ہیں، ان کے مطالبات کیا ہے۔
مفادات: (کیوں) اختیار کردہ موقف کی وجوہات تلاش کی جائیں اور گہرے مطالب ڈھونڈے جائیں تاکہ یہ بات سامنے آئے کہ آخر کیوں اور کن مفادات کے لیے موجودہ موقف اختیار کیا گیا ہے۔ مثلاً بنیادی ضروریات، تحفظ، عزتِ نفس اور شناخت وغیرہ

کوئی تنازع اُس وقت تک حل نہیں ہوسکتا جب تک ہم اپنی توجہ صرف موقف تک محدود رکھتے ہوئے مفادات کو نظر انداز کرتے رہیں۔ موقف گروہوں کو تقسیم کرتا ہے جب کہ مفادات انہیں ایک پلیٹ فارم پر لانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ تاہم فریقین میں شامل مختلف لوگ بعض اوقات مختلف موقف اختیار کر لیتے ہیں جس کی وجہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سے پُرتشدُّ دتنازعات کی وجوہات کا کھوج لگانا مشکل ہوجاتا ہے۔اگرفریقین اپنے اپنے موقف پر ڈٹے رہیں،تو کسی تصفیہ تک پہنچنا مشکل ہے۔تاہم اگرفریقین ایک دوسرے کے مفادات اورضروریات کوسمجھنے کی کوشش کریں تو اس کا کافی امکان پایا جاتا ہے کہ کوئی حل تلاش کرلیا جائے یا کچھ مشترکات مل جائیں جن پر بات ہوسکے۔

نعمان خان ایک ایسی ادویات ساز کمپنی میں کام کرتا ہے، جو حال ہی میں پھوٹ پڑنے والی ایک وبا کے لیے ویکسین تیار کرنا چاہتی ہے۔کافی تحقیق کے بعد کمپنی نے دریافت کیا ہے کہ یہ ویکسین صرف مالٹے کے بیج سے تیار کی جاسکتی ہے۔دوسری طرف وقاراحمد ایک کرکٹر ہے۔اس کے ڈاکٹر نے تجویز کیا ہے کہ اس کی ٹیم توانائی کی کمی (خاص طور پر وٹامن سی کی کمی) کا شکار ہے جو صرف تازہ مالٹوں کا جوس پینے سے دور کی جاسکتی ہے۔آئندہ چند دنوں میں ایک ٹورنامنٹ میں کامیابی اس کے لیے اپنی ساکھ کا مسئلہ ہے۔ چنانچہ وہ اپنی ٹیم کے لیے مالٹے حاصل کرنے نکلتا ہے۔چونکہ مالٹے کا موسم ختم ہو چکا ہے۔اس لیے صرف ایک باغ میں انہیں چند مالٹے نظر آئے ہیں،جنہیں وہ ہر صورت میں خریدنا چاہتا ہے۔وہ باغ میں پہنچتا ہے تو وہاں دیکھتا ہے کہ نعمان خان پہلے سے مالٹے لینے کے لیے آیا ہوا ہے۔دونوں باغ کے مالک سے مالٹے خریدنے پر تکرار کرتے ہیں اور ہر ایک مالٹے خریدنے پر اصرار کرتا ہے۔آخر کار اس مسئلہ پر ان کی آپس میں تلخ کلامی بھی ہوجاتی ہے۔

مندرجہ بالا کہانی میں دونوں افراد کا موقف یہ ہے کہ وہ مالٹے خریدیں۔حالانکہ دونوں کا مفاد اور ضرورت مختلف ہے۔نعمان خان کو مالٹوں کے بیج کی ضرورت ہے جس سے وہ دوا تیار کر سکے اور وقاراحمد کو مالٹوں کے جوس کی ضرورت ہے تاکہ اس کی ٹیم اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرسکے اگر دونوں فرد اپنے اپنے موقف پر اڑے رہنے کے بجائے ایک دوسرے کے مفادات اورضروریات کو سمجھنے کی کوشش کریں تو یہ تنازع بہت آسانی سے حل ہوسکتا ہے۔کسی جھگڑے اور تکرار کے بغیر دونوں کی ضرورت پوری ہوسکتی ہے۔

(و) نتائج

تنازعات کے نتائج سے مُراد نزاعی رویوں،طرزِعمل،اثرات اوراس سے نمٹنے کے مختلف انداز کے نتائج ہیں۔ضروری نہیں ہے کہ نتائج ہر صورت میں مثبت ہوں۔لہٰذا ہمیں اس بات سے آگاہ رہنا چاہیے کہ تنازعات کے نتائج ہر حال میں خوشگوار نہیں ہوتے۔تنازعات کے نتائج کا انحصار فریقین کی سنجیدگی اور رویوں نیز تیسرے فریق کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اہلیت پر ہوتا ہے کہ وہ فریقین کے مابین موجودہ خلا کس طرح پُر کر سکتا ہے۔ مزید برآں، نتائج کو تنازعات کا حتمی حل نہیں بلکہ عارضی یا عبوری حل قرار دیا جا سکتا ہے جس پر مزید کام کرنے کی ضرورت ہو۔

ذخیرہ الفاظ	
نئے الفاظ اور اصطلاحات	**معانی اور تشریحات**
تنازع	دو یا دو سے زائد افراد کے درمیان آپس کا جھگڑا
تصادم	دو یا دو سے زائد افراد یا چیزوں کا آپس کا ٹکراؤ،

مشق

۱) مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجئے:

ا) تنازع سے کیا مراد ہے؟ تنازع کسی تعلق کی بنیاد پر پیش آتے ہیں۔ مثالوں سے وضاحت کیجئے۔

ب) تنازعات کے بارے میں جاننے کی اہم باتیں کون سی ہیں؟

ج) تنازع کے اجزائے ترکیبی کیا ہیں؟

ہ) تنازع میں مفاد اور موقف سے کیا مراد ہے؟

۲) مندرجہ ذیل جملوں کو مکمل کیجئے:

ا) تنازع عموماً کم از کم دو _______________ کے درمیان وقوع پذیر ہوتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ب) ____________ فریقین تنازع میں براہ راست متاثر ہوتے ہیں۔

ج) تنازع انسانی زندگی کا ____________ حصہ ہے۔

د) ____________ سے مراد وہ بنیادی ضرورت ہے جس کے حصول کے لیے کوئی ____________ اختیار کیا جاتا ہے۔

ہ) تنازعات کے ____________ ہر حال میں خوشگوار نہیں ہوتے۔

۳) **درست اور غلط جملوں کی نشاندہی کیجیے:**

ا) تنازع کے ثانوی فریقین سے مراد وہ افراد یا گروہ ہیں جو تنازع کا براہ راست حصہ ہوں۔

ب) تنازعات کے نتائج سے مراد نزاعی رویوں، طرزِ عمل اور تنازع سے نمٹنے کے انداز کے نتائج ہیں۔

ج) تنازع میں مفاد اور موقف دونوں ہمیشہ ایک ہوتے ہیں۔

د) ایک چیز سے متعلق موقف ایک مگر مفاد الگ ہو سکتا ہے۔

عملی سرگرمی

☆ **موضوعِ بحث:** تنازع ہمیشہ مفید یا نقصان دہ؟

جماعت کو تین گروہوں میں تقسیم کیا جائے۔ پہلا گروہ تنازع ہمیشہ مفید ہونے کا موقف اپنائے اور دوسرا گروہ تنازع ہمیشہ منفی ہونے کا موقف اپنائے۔ ہر گروہ اپنے موقف کے حق میں باری باری دلائل دے۔ تیسرا گروہ دونوں گروہ کے دلائل کا بغور جائزہ لینے کے بعد ایسا حل تلاش کرے جس سے دونوں گروہ مطمئن ہو جائیں اور انہیں بتائیں کہ کس طرح تنازع بذاتِ خود مثبت یا منفی نہیں ہوتا بلکہ ان سے نمٹنے کا انداز انہیں مثبت یا منفی بنا دیتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چھٹا باب

تنازعات کے دوران رویّے

سماجی زندگی میں پیش آنے والے روزمرہ تنازعات کے دوران عام طور پر درج ذیل تین قسم کے رویّے سامنے آتے ہیں:

(ا) اِعراض پرمبنی رویہ

(ب) جارحانہ رویہ

(ج) سلجھاؤ پرمبنی رویہ

(ا) اعراض پرمبنی رویہ

تنازع درپیش ہونے کی صورت میں کچھ لوگ تنازع سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ تنازعات کی صورت میں نظریں چُرانا، راہِ فرار اختیار کرنا، ٹال دینا، رُوٹھ جانا، رونا شروع کر دینا، مسائل کو یکسر نظرانداز کر دینا، اپنے آپ کو یہ سمجھانے کی کوشش کرنا کہ کچھ نہیں ہوا یا پھر شکست سے پہلے شکست مان لینا اعراض پرمبنی رویے کے زمرے میں آتے ہیں۔ اس رویہ کے ذریعے یہ پیغام دیا جاتا ہے کہ ''تم درست ہو یا غلط، میں اس وقت تم سے اُلجھنا نہیں چاہتا''۔

اگرچہ ممکن ہے کہ تنازع سے چشم پوشی کسی مخصوص صورت حال میں مثبت نتائج کی حامل ہو، تاہم عام طور پر اسے ایک منفی رویہ کے طور پر دیکھا جاتا ہے، کیونکہ اس رویّے سے تنازع کا حل ملتوی رہتا ہے اور مسئلہ بڑھتا رہتا ہے۔ اس صورتِ حال میں تنازع کسی بھی وقت دوبارہ پیش آ سکتا ہے کیونکہ تنازع کی اصل وجہ موجود رہتی ہے۔ بعض اوقات اس طرح تنازع میں مزید پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سے وقتی طور پر شاید امن قائم ہو جائے لیکن پائیدار امن قائم نہیں ہوتا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(ب) جارحانہ رویہ

تنازعات کے دوران جارحانہ رویّے اکثر اوقات لڑائی جھگڑے کا سبب بھی بنتے ہیں۔ عام طور پر ایسا رویّہ وہ لوگ اپناتے ہیں، جو اپنے آپ کو ہی ٹھیک سمجھتے ہیں اور دوسروں کو بالکل غلط سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ: ''میں ہر صورت میں حق بجانب ہوں اور تم ہر حال میں غلطی پر ہو''۔

الزام لگانا اور سزا دینے کی کوشش کرنا بھی جارحانہ رویّوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ جارحانہ رویّہ اپنا کر یہ پیغام بھی دیا جاتا ہے کہ ''میری جیت کا مطلب تمھاری ہار ہے''۔ ایسے رویّوں سے عموماً باہمی تعلقات خراب ہو جاتے ہیں۔ جارحانہ رویّے کے درج ذیل نتائج اور طرزِ عمل سامنے آتے ہیں:

(۱) مسئلہ حل کرنے کے بجائے صرف اپنی بات پر اصرار کرنا

جارحانہ طرزِ فکر رکھنے والے افراد دوسروں پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ صرف وہی ٹھیک ہیں۔ ایسا فرد صرف اپنے موقف کو درست ثابت کرنے سے دلچسپی رکھتا ہے۔ اسے دوسروں کے نقطۂ نظر کو سننے اور سمجھنے میں کسی قسم کی دلچسپی نہیں ہوتی۔ اس کا رویّہ غیر لچک دار ہوتا ہے۔

(۲) کسی بات کو اپنی اَنا کا مسئلہ بنا دینا

جب تنازع شدید ہو جاتا ہے تو لوگ ہر ممکن طریقے سے جیتنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اَنا کا مسئلہ بنا لیتے ہیں اور ہر صورت میں جیتنا چاہتے ہیں۔ جب اس طرح کے احساسات جنم لیں تو اصل تنازع پیچھے رہ جاتا ہے اور عزّت یا اَنا بچانے کا جذبہ غلبہ پا لیتا ہے۔ یہی وہ خطرناک جذبہ ہے، جو انسان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو کھا جاتا ہے۔ اِس قسم کے جذبات سے مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ مزید بگڑ جاتے ہیں۔

(۳) صحیح اور غلط کی تمیز کے بغیر دوسروں پر غلبہ پانے کی خواہش

کبھی کبھی افراد یا گروہ دوسروں پر غلبہ حاصل کرنے یا اپنا اقتدار حاصل کرنے کے لیے تنازع کو بطور ہتھیار بھی استعمال کرتے ہیں یا پھر ایک نیا تنازع پیدا کر دیتے ہیں۔ اس طرح وہ دوسروں کو خوف زدہ کر کے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ دراصل یہ کمزور کردار اور نفسیاتی لحاظ سے کمزوری کی علامت ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۴) دوسروں کو شرمندہ کرنا اور مذاق اڑانا

جارحانہ طرزِ فکر والے لوگ دوسروں کو شرمندگی اور غلطی کا احساس دلا کر اپنا نقطہ نظر ٹھونسنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کا مقصد دوسروں کو نیچا دکھانا ہوتا ہے۔ ایسے افراد یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ان کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔ وہ دوران گفتگو ایسا لب ولہجہ اختیار کرتے ہیں، جس سے دوسرے فریق کی حقارت صاف نظر آتی ہے۔ اس طرزِ عمل سے وقتی طور پر کوئی مسئلہ دوسرے فریق کی کمزوری کی وجہ سے دَب ضرور جاتا ہے لیکن مسئلے کا پائیدار حل نہیں نکلتا۔

(۵) سماجی کمزوری اور اقلیت سے فائدہ اٹھانا

جارحانہ طرزِ عمل کے ذریعے لوگ دوسروں کی سماجی کمزوری اور نسلی یا مذہبی اقلیت سے فائدہ اٹھا کر دوسروں کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جارحانہ طرزِ عمل والے افراد اپنی سماجی حیثیت اور معاشی طاقت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ کسی بھی معاشرے کے لیے ایسا طرزِ عمل خطرناک ہوتا ہے، کیونکہ ہارے ہوئے فریق کو جب بھی موقع ملتا ہے، وہ بھی ردِ عمل کے طور پر دوسرے فریق کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔

(۶) دوسروں کی ذاتی کمزوریوں کو نشانہ بنانا

تنازع کی صورت میں ایک جارحانہ طرزِ عمل یہ بھی ہے کہ دوسروں کی ذاتی کمزوریوں کو نشانہ بنایا جائے۔ خاص طور پر اس کے کسی ایسے عیب کو نشانہ بنانا جسے وہ دُور نہ کرسکتا ہو۔ مثال کے طور پر دوسروں کی کسی جسمانی معذوری کو حقارت کی نظر سے دیکھنا اور اُسے احساس دلانا کہ وہ برابری کی سطح پر نہیں آسکتا۔ اس طرح کا طرزِ عمل احساس محرومی اور احساس کمتری جیسے منفی اثرات کو پروان چڑھاتا ہے۔

(۷) پُرانے واقعات کو نئے تنازع میں استعمال کرنا

جب جارحانہ طرزِ فکر والے افراد کو یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ وہ جیتنے کی حالت میں نہیں ہیں تو وہ پرانے واقعات کو دلیل کے طور پر نئی صورتِ حال میں دہرانا شروع کردیتے ہیں۔ اس کا مقصد صرف صورتِ حال کو اپنے قابو میں لانا ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کی کوشش ہوتی ہے کہ تاریخی واقعات کو دہرانے کے ذریعے حل تنازعات اور تعمیرِ امن کے عمل کو ناکام بنادیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(ج) سلجھاؤ پر مبنی رویہ

روزمرہ کے تنازعات میں کچھ لوگ اپنے موقف اور ضروریات کو پُر اعتماد انداز میں منظرِ عام پر لاتے ہیں۔ سلجھاؤ کی کوشش کے ذریعے لوگ تنازعات پر گفتگو کرتے ہیں، دوسروں کی بات غور سے سنتے ہیں، تنازع کو سلجھانے کے لیے وقت طلب کرتے ہیں، اپنی ضروریات اور مفادات کو واضح اور پُر اعتماد طریقے سے واضح کرتے ہیں اور کوئی ایسا حل نکالنے کی کوشش کرتے ہیں، جس میں کوئی بھی فریق یہ محسوس نہ کرے کہ اُسے نقصان ہوا ہے۔ یہ رویّہ اپنانے والے، دراصل یہ پیغام دے رہے ہوتے ہیں کہ تنازعات کو حل کرنے کے راستے موجود ہیں، وہ مسائل حل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اس بات کو یقینی بنانا چاہتے ہیں کہ باہمی مسائل کو گفتگو کے ذریعے حل کیا جا سکتا ہے، تاکہ معاشرے میں امن قائم رہے۔ یہ رویّہ تنازعات کی صورت میں باہمی تعلقات کی بہتری کا سبب بنتا ہے۔ سلجھاؤ پر مبنی رویّہ اپنا کر یہ پیغام بھی دیا جاتا ہے کہ ''میری جیت کا مطلب تمھاری ہار نہیں''۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں سلجھاؤ کی کوشش پر مبنی رویہ اپنانے کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ حجرِ اسود کو نصب کرنے کا واقعہ، صلح حدیبیہ، میثاقِ مدینہ اور فتح مکہ سلجھاؤ کی کوشش پر مبنی رویّے کی بہترین مثالیں ہیں۔

اس رویّے کی نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں:

(ا) مذاکرات یا مکالمہ

کسی بھی تنازع کا پُر امن حل نکالنے کے لیے مذاکرات یا مکالمہ انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ دوسروں کا نقطۂ نظر سنا بھی جاتا ہے اور سمجھا بھی جاتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم آپ کو دل سے تسلیم کرتے ہیں اور ہمیں آپ کا مفاد بھی عزیز ہے لیکن ہم اپنے مفاد کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اس لیے مکالمہ کے ذریعے کوئی درمیانی راستہ نکالتے ہیں۔ دوسروں سے مکالمہ کے دوران خوشگوار فضا قائم رہتی ہے اور مکالمہ کے ذریعے مسائل کا حل نکل آتا ہے، جو بالآخر قیامِ امن کا باعث بنتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۲) میانہ روی

میانہ روی کے رویہ کا حامل انسان کسی بھی معاملے یا تنازع میں اعتدال کا راستہ نہیں چھوڑتا۔ تمام مذاہب خاص طور پر اسلام نے میانہ روی اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے۔ مسلمانوں کو امت وسط کہا گیا ہے۔ وہ معاشرتی معاملات میں ہمیشہ اعتدال کا دامن تھامے رکھتے ہیں۔ اس کے سبب دوسروں سے مثبت تعلقات پیدا ہوتے ہیں۔ ممکن ہے آپ جسے آج اپنا مخالف سمجھ رہے ہیں کل وہی آپ کی کسی مشکل میں آپ کی مدد کو نکلے اور یہ ممکن ہے کہ آپ کو اسی کے ساتھ ہمدردی سے پیش آنا پڑے۔

(۳) منطقی اندازِ فکر

کسی بھی تنازع کو منطقی انداز میں پرکھا جاتا ہے اور مسئلہ کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد اس کا ایسا حل تجویز کیا جاتا ہے، جو غیر جانبداری اور انصاف پر مبنی ہوتا ہے اور جس میں کسی کی عزّت نفس مجروح نہیں ہوتی۔ تنازع کو فریقین کے اندازِ فکر کے علاوہ ایک مختلف انداز میں پرکھا جائے۔ اس سے تنازع کے مختلف رُخ سامنے آتے ہیں، جو کسی پائیدار اور فریقین کے لیے قابل قبول حل کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

(۴) لچک دار رویّہ

دونوں فریق لچک دار رویّہ اپناتے ہیں۔ وہ ہٹ دھرمی سے کام نہیں لیتے بلکہ اپنے نقطہ نظر پر نظر ثانی کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ وہ صرف اپنے فائدے کے بجائے فریقین کے فائدے کے بارے میں سوچتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ رویّہ زیادہ پسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں مشترکہ مفادات کا لحاظ رکھتے ہوئے تنازعات کا پائیدار حل نکلتا ہے۔ البتہ لچک دار رویے سے یہ مراد نہیں ہے کہ انسان حق بات سے دست بردار ہو جائے۔

(۵) تنازعات کو بہتری کے امکانات میں بدلنا

تنازعات کے پُر امن حل میں دلچسپی رکھنے والے امن پسند لوگ دوسروں کو سمجھنے، ان کی مدد کرنے اور انھیں دوست بنا لینے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ وہ تنازعات کو اس انداز میں دیکھتے ہیں کہ کس طرح دوسروں کی زندگیاں بہتر بنائی جا سکتی ہیں اور ان کی مدد کی جا سکتی ہے۔ تنازع بذات خود کوئی مثبت یا منفی چیز نہیں ہے البتہ اگر تنازع کے حل کے بعد

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تعلقات پر نظر رکھی جائے تو یہ دوسروں کی زندگیوں میں مثبت تبدیلی لانے اور معاشرے میں خوش گوار فضا پیدا کرنے کا بھی ایک ذریعہ بن سکتے ہیں۔

(۶) فوری مداخلت

اس رویے کے حامل لوگ کسی بھی تنازع کو جلد از جلد حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ اُس میں پیچیدگی پیدا نہ ہو۔اس میں فریقین کو یہ احساس بھی دلایا جاتا ہے کہ وہ اکیلے نہیں، ان کے خیر خواہ موجود ہیں۔اس کی یہ خوبی ہے کہ کسی بھی تنازع کا جلد حل نکل آتا ہے اور حالات قابو سے باہر نہیں ہوتے۔

(۷) دوسرے کا نقطۂ نظر توجہ سے سننا

جب کوئی توجہ اور ہمدردی سے دوسروں کا نقطۂ نظر سنتا ہے تو اس سے تنازع کی شدت میں کمی واقع ہوتی ہے۔فریقین میں یہ احساس پایا جاتا ہے کہ وہ اہم ہیں اور اُن کو اچھے طریقے سے سنا جا رہا ہے کیونکہ جب تک فریقین کے احساسات کو نہیں سنا جائے گا، صلح کروانے والے کی اہمیت برقرار نہیں رکھی جا سکتی۔ جب جذبات کو توجہ سے سنا جائے گا تو اس سے تنازع کو کم کرنے میں مدد ملے گی۔

(۸) ثالثی

انفرادی سطح پر اگر دونوں فریق کسی نقطہ پر رضامند نہ ہو رہے ہوں، تو کسی تیسرے فرد کے ذریعے یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔ تیسری مصالحتی قوت معاملے کے تمام پہلوؤں کو دیکھتی ہے۔وہ تنازع میں شامل تمام افراد یا گروہوں کا نقطۂ نظر سمجھنے کی کوشش کرتی ہے۔اس عمل کے دوران فریقین کو مصالحت کے ایسے نقطے پر لانا ہوتا ہے کہ وہ تنازع سے پہلے کی ہم آہنگی کی حالت میں آجائیں اور ایک دوسرے کا موقف سننے کے لیے تیار ہو جائیں۔

(۹) شخصی طور پر رہنمائی کا طریقہ

تنازع سے پیدا ہونے والی اندرونی پیچیدگیوں کا حل مثبت ردّعمل سے ہی نکالا جاتا ہے۔جتنی توجہ بظاہر متنازع معاملے کے حل پر صرف کی جاتی ہے اتنی ہی توجہ فریقین کے دلوں اور دماغوں کو جیتنے پر بھی دی جاتی ہے۔اس سے اندرونی اور بیرونی زخم مندمل ہونے میں مدد ملتی ہے۔منصفانہ حل کے بعد بھی دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

غصّہ رہ جانا ایک قدرتی امر ہے۔ دلوں کو لگے زخموں کو مندمل کرنے کے لیے شخصی طور پر رہنمائی کا طریقہ اپنایا جائے، جس کے لیے ماہرین کی مدد لی جاسکتی ہے یا عمائدین میں کسی بزرگ، عالم دین یا استاد کے ذریعے یہ کام ہوسکتا ہے۔ دکھی انسان کی تسکین کے لیے دعا، عبادت، روزہ رکھنا، دوسروں کی مدد، بہبود عامہ کے کام اور پیار اور محبت کے رویے اپنانا بہت مؤثر ثابت ہوتا ہے۔

(۱۰) مفاہمت

جب فریقین یا افراد تنازع کے حل کی شرائط پر متفق ہوجائیں اور وہ اس سے مطمئن بھی ہوں تو دوسرے مرحلے میں مجروح تعلقات کو نئی بنیاد پر استوار کرنے کے عمل کو مفاہمت کہتے ہیں۔ اس عمل کے ذریعے ماضی میں کی گئی غلطیوں سے مثبت سبق حاصل کیا جاسکتا ہے۔ مفاہمت کے عمل میں تلخ حقائق کے باوجود اجتماعی فائدے کے لیے دوسروں کی غلطیوں اور زیادتیوں کو نہ صرف بھلا دیا جاتا ہے بلکہ انہیں معاف بھی کیا جاتا ہے اور اُن کی خوبیوں اور صلاحیتوں کو اجاگر کیا جاتا ہے اور مل کر آگے بڑھنے کے جذبے کو فروغ دیا جاتا ہے۔ مفاہمت کا حقیقی مطلب اپنے اور دوسروں کے ساتھ ہم آہنگی کے ساتھ رہنا ہے تاکہ دوسروں کو بھلائی کے کاموں میں اپنا شریکِ کار بنایا جاسکے۔ مفاہمت کے عمل میں معاف کرنے کو ایک ضروری عنصر کی حیثیت حاصل ہے۔

(۱۱) مصالحت

جب تمام افراد یا فریقین کے درمیان مصالحت پیدا ہوجائے تو یہ لمحہ باہمی ہم آہنگی اور امن کی طرف لے جانے والا ہوتا ہے۔ معاملے پر متفق ہونے والی شرائط یا قرارداد پر جب دونوں اطراف سے مکمل اتفاق ہوجائے تو یہ پیغام واضح ہوجاتا ہے کہ آپس کے اختلافات سے مزید تنازعات جنم نہیں لیں گے۔ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کے بجائے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ پُرامن رہنے کا بھی عزم کیا جاتا ہے۔

(۱۲) مناسب ماحول کی فراہمی

تنازع کے حل میں مثبت ردّعمل کے ساتھ مناسب ماحول کی فراہمی ایک ضروری امر ہے۔ مناسب

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مصالحت کار، مناسب وقت، مناسب جگہ اور مناسب ماحول کا انتخاب بہت احتیاط سے کرنا چاہیے۔ صرف اہل، سنجیدہ اور غیر جانبدار لوگوں کو تنازع کے حل کے عمل میں شامل کرنا چاہیے۔ ایسے افراد کو تنازع کے حل کے عمل میں شامل نہیں کرنا چاہیے جن کا تنازع کے نتائج سے مفادات وابستہ ہوں یا جو جذباتی انداز میں غیر سنجیدہ اور فوری ردِعمل کا اظہار کرتے ہوں۔ اسی طرح جس جگہ تنازع وقوع پذیر ہوا ہے اس سے متبادل جگہ کا انتخاب کرنا چاہیے۔ تنازع کو حل کیے بغیر زیادہ عرصہ گزر جائے تو غلط فہمیاں بڑھ جاتی ہیں اور دلوں میں رنجشیں گہری ہو جاتی ہیں جس سے تنازع کے حل میں مشکلات آسکتی ہیں اس لیے ممکنہ طور پر کسی حل کی طرف پیش قدمی میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ ماحول کو سازگار بنانے کے لیے فریقین کے سامنے ایک دوسرے کی مثبت سوچ اور جذبات کا اظہار بھی کیا جاسکتا ہے۔

ذخیرہ الفاظ	
نئے الفاظ اور اصطلاحات	معانی اور تشریحات
اعراض	منہ پھیر لینا
تعصب	اپنے دوست یا عزیز کی ظلم میں حمایت کرنا، یہ حمایت گروہی بھی ہوسکتی ہے۔

مشق

ا) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجیے:

ا) تنازعات کی صورت میں عام طور پر کون سے رویّے سامنے آتے ہیں؟

ب) جارحانہ رویّے کے پانچ نتائج بیان کیجئے۔

ج) سلجھاؤ پر مبنی رویہ کی کم از کم پانچ خصوصیات بیان کیجئے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

د)　تنازعات کے حل میں شخصی رہنمائی کا طریقہ کس حد تک مؤثر ہے؟

۲)　مندرجہ ذیل میں سے درست جواب کی نشاندہی کیجیے:

(ا)　تنازع دوسروں کو نیچا دکھانے والے رویّے کا نام ہے:

(i)سلجھاؤ　(ii) اعراض　(iii)جارحانہ رویّہ

(ب)　تنازع کے حل کے لیے کون سا رویہ مثبت رویّہ کہلاتا ہے؟

(i)جارحانہ رویہ　(ii)سلجھاؤ　(iii)اعراض

(ج)　جارحانہ رویہ کی خصوصیات میں سے ہے۔

(i)ذاتی عیوب کو نشانہ بنانا　(ii)تنازع سے فرار اختیار کرنا　(iii)مصالحت کاری کرنا

(د)　تنازع کو نظر انداز کرنا کون سا رویہ کہلاتا ہے؟

(i)سلجھاؤ　(ii)اعراض　(iii)جارحانہ

(ہ)　مذاکرات کرنا کون سے رویّے کی خصوصیات میں سے ہے:

(i)سلجھاؤ　(ii)جارحانہ　(iii)اعراض

۳)　مندرجہ ذیل میں سے درست اور غلط جملوں کی نشاندہی کیجیے:

ا)　مسئلہ سلجھانے کے بجائے صرف اپنی بات منوانا اعراض پر مبنی رویے کی خصوصیات میں سے ہے۔

ب)　عزتِ نفس پر حملہ کرنے سے تنازعات کی شدت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

ج)　تنازع سے فرار تنازع کا بہترین حل ہے۔

د)　تنازع کے حل کے لیے مناسب موقع کا انتخاب ایک مفید چیز ہے۔

ہ)　فریقین کا موقف اگر ہمدردی سے سنا جائے تو تنازع کی شدت مزید بڑھ سکتی ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عملی سرگرمی

☆ جماعت کو دو گروپ میں تقسیم کیجئے۔ ہر گروپ اس سوال کا جواب لکھے۔ ''سلجھاؤ پر مبنی رویے اپنانے سے کیا فائدے حاصل ہو سکتے ہیں؟'' دونوں گروپ کے ارکان باہمی مشاورت سے سوال کا جواب تلاش کیجئے۔ دونوں کی جانب سے پانچ پانچ اہم فوائد لکھ کر اس چارٹ کو نمایاں جگہ پر آویزاں کیا جائے۔

☆ جماعت کو تین گروہوں میں تقسیم کریں۔ ہر گروہ روزمرہ زندگی یا تاریخ سے ایسے تنازعات کی ایک ایک مثال پیش کرے جن میں (۱) اعراض پر مبنی رویہ (۲) جارحانہ رویہ (۳) سلجھاؤ پر مبنی رویہ اپنایا گیا ہو۔

پہلا گروہ ایسی مثال پیش کرے جس میں تنازع کے فریقوں نے اعراض پر مبنی رویہ اختیار کیا ہو۔

دوسرا گروہ ایسی مثال پیش کرے جس میں تنازع کے فریقوں نے جارحانہ رویہ اختیار کیا ہو۔

تیسرا گروہ ایسی مثال پیش کرے جس میں تنازع کے فریقوں نے سلجھاؤ پر مبنی رویہ اختیار کیا ہو۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ساتواں باب

تنازع اور تشدد کی صورتیں

تنازعات کی مختلف صورتیں

تنازعات کی عام طور پر درج ذیل مختلف صورتیں سامنے آتی ہیں:

(۱) ذاتی یا شخصی

گھر، دفتر، کمرہ جماعت، بازار وغیرہ میں رونما ہونے والے اکثر تنازعات ذاتی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ اس میں تنازع عموماً دو افراد کے درمیان جنم لیتا ہے۔ یہاں تنازع فریقین کے شخصی و ذاتی مفادات، اختلافات اور ترجیحات کے گرد گھومتا ہے۔ عام طور پر فریقین میں سے کوئی ایک بھی اپنی رائے سے پیچھے ہٹنے کو اپنی بے عزتی اور دوسرے پر تشدد کو اپنی عزت اور بہادری سمجھتا ہے۔ ان کے لیے دوسرے کے نقطۂ نظر کو سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔

(۲) گروہی

روزمرہ زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہی خاندان، معاشرہ، ایک ہی ادارے، ایک ہی تنظیم میں کام کرنے والے اور ایک ہی مذہب کے ماننے والے یا ایک ہی ملک کے رہنے والے افراد کے درمیان بے شمار قسم کے اختلافات اور تنازعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ بعض اوقات ایک گروہ، تنظیم یا ادارہ سے منسلک لوگوں کے درمیان کوئی مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے جو بعد میں تنازع کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ اداروں کا ٹکراؤ بھی گروہی تنازع کی ایک شکل ہے۔ گروہی تنازعات کو اگر فوری طور پر حل کی طرف نہ بڑھایا جائے تو یہ وسیع پیمانے پر پھیل سکتے ہیں اور شدت اختیار کر سکتے ہیں۔

(۳) دُشمنی

دُشمنی ایک ایسی حالت ہے جس میں فریقین انتقامی جذبات میں اندھے ہو کر تنازع کو مزید بھڑکانے کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لیے موقع کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اگر معمولی اختلافات کو بروقت حل کرنے کے بجائے انھیں ہوا دی جائے تو یہ فریقین کے درمیان دشمنی کی شکل اختیار کر سکتے ہیں۔

اگر تنازعات دشمنی کی حد تک پہنچ جائیں تو ان میں اکثر ہوش وحواس برقرار نہیں رہتے، غلط اور صحیح کا امتیاز فراموش کر دیا جاتا ہے۔ اس میں بسا اوقات صورت حال یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ انسانی زندگیوں کی بھی پروا نہیں رہتی۔ ایسے میں یہ حقیقت نظرانداز کر دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندگی اس حد تک قیمتی ہے کہ ایک ناحق انسانی جان لینا پوری انسانیت کی جان لینے کے مترادف ہے۔

(۴) اقدار و نظریات پر مبنی تنازعات

مختلف نظریات، اقدار، اعتقادات اور سماجی روایات سے متعلق امور میں مختلف پسِ منظر کے حامل لوگوں کے درمیان تنازع عام طور وقوع پذیر ہوتا رہتا ہے۔ کسی فعل کو مختلف طریقوں سے بیان کرنا ظاہر کرتا ہے کہ یہ ایک متنازعہ اور اختلافی مسئلہ ہے۔ تنازعات سماجی روایات اور رسومات کے باہمی تصادم کا نتیجہ بھی ہو سکتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں 'ونی' یا غیرت کے نام پر قتل اس کی مثال ہے۔ لوگوں میں سمجھنے کی صلاحیت ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ اس لیے کسی ایک مذہب یا نظریہ کے بارے میں دو افراد کا تصور مختلف ہو سکتا ہے۔

(۵) مفادات پر مبنی تنازعات

اکثر تنازعات اس لیے جنم لیتے ہیں کہ فریقین یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے مفادات ایک دوسرے سے متصادم ہیں۔ یہ مفادات اپنے حقوق یا ضروریات کے حصول کے بارے میں ایک نقطۂ نظر یا موقف تشکیل دیتے ہیں، جس سے کوئی بھی فریق پیچھے ہٹنے یا دوسرے کو کسی قسم کی رعایت دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔

(۶) ساختی تنازعات

ساختی تنازعات سے مراد ایسے قوانین اور نظام ہیں جو کسی مخصوص نسل، قوم، کمیونٹی یا گروہ کو آزادی اور احترام سے جینے اور اپنی صلاحیتوں کے مطابق آگے بڑھنے کے مواقع سے محروم کر دیتے ہیں۔ ساختی تنازعات، لوگوں میں احساس محرومی، احساس کمتری اور انتہا پسندی کا سبب بن سکتے ہیں۔ ساختی تنازعات کسی بھی معاشرے میں بہت زیادہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نقصانات کا باعث بن سکتے ہیں۔

(۷) صنفی تعصب

صنفی تعصب سے مراد امتیازی رویوں کے ذریعے کسی ایک صنف کا دوسری صنف پر اپنی برتری جتانا ہے اور صنف کی بنیاد پر دوسری صنف پر تشدد کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان ہونے کے اعتبار سے مرد و عورت کو یکساں انسانی عزت و شرافت سے نوازا ہے۔ تاہم جسمانی اور جذباتی لحاظ سے دونوں صنفوں کے حقوق فرائض میں فرق کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى O اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى (اللیل ۹۲:۳)

اور قسم اس ذات کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا، بے شک تم لوگوں کی کوششیں الگ الگ ہیں۔

اسلام نے ماں کے قدموں تلے جنت، بیوی کو شوہر کے لیے نصف ایمان کا ذریعہ، بیٹی کو والدین کے لیے رحمت اور بہن کو بھائی کے لیے نعمت قرار دے کر ساتویں صدی عیسوی میں ہی صنفی امتیاز کی نفی کر دی ہے۔

جس طرح اولاد کو اپنی ماں کے ساتھ، شوہر کو اپنی بیوی کے ساتھ، بھائیوں کو اپنی بہنوں کے ساتھ اور والدین کو اپنی بیٹیوں کے ساتھ ہرگز ناروا سلوک نہیں کرنا چاہیے، اسی طرح اسلام میں معاشرے کی دیگر خواتین کے ساتھ عزت و احترام کے ساتھ برتاؤ کا حکم دیا گیا ہے۔

(۸) ملکوں کے درمیان تنازع

ملکوں کے درمیان تنازع عموماً ان کے ریاستی مفادات، علاقائی ممالک کے مفادات، علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر اپنے سیاسی، جغرافیائی، ثقافتی، معاشی اور تجارتی تسلط کے فروغ کے گرد گھومتا ہے۔

(۹) شناخت پر مبنی تنازعات

شناخت سے مراد ہر انسان کا اپنی ذات کے بارے میں اُس کا تصور ہے۔ ہر شخص یا گروہ کے لیے اس کا تصورِ ذات نہایت اہم ہوتا ہے۔ اس تصور میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جن کو وہ اپنی طرف نسبت دیتا ہے مثلاً

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اپنا نام، والدین، بچے، خاندان، گھر، اپنی روزمرہ اشیا، پیشہ، مذہب، ادارہ، علاقہ، زبان، نسل، ملک وغیرہ۔ شناخت پر انسان نہ صرف اپنی عزت نفس کی بنیاد رکھتا ہے بلکہ وہ بیرونی دنیا کو اسی کے آئینہ میں دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اپنے لیے اسی تصور کو اپنی شناخت اور تشخص قرار دیتا ہے جس کا ہر قیمت پر تحفظ چاہتا ہے۔

شناخت پر مبنی تنازعات کا حل تلاش کرنا بظاہر مشکل دکھائی دیتا ہے۔ کیونکہ ایسے تنازعات میں مدّ مقابل فریق کو نہ صرف شر بلکہ تمام مسائل کی بنیاد سمجھ لیا جاتا ہے، یہاں تک کہ اسے انسانیت کے درجے سے بھی گرا دیا جاتا ہے۔ وہ اپنے اوپر اُس کے انسانی وقار کا لحاظ رکھنے کو بھی ضروری نہیں سمجھتا۔ اس صورت حال میں فریق مخالف کے خیالات اور احساسات کو سرے سے قابل توجہ نہیں سمجھا جاتا۔ اس کے علاوہ مخالف کے ساتھ بیٹھنا اور بات کرنا بھی شناخت کے لیے خطرہ سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شناخت پر مبنی تنازعات کے حل کے لیے ابتدائی اقدامات بھی نہایت مشکل ہو جاتے ہیں۔ تاہم ان پر مبنی تنازعات کی شدت کو کم کیا جا سکتا ہے، اگر فریقین اس قسم کے نتائج پر متفق اور دیرپا تعلقات پر یقین رکھتے ہوں تو مصالحت کا امکان موجود ہوتا ہے۔

تشدُّد

عام طور پر کسی دوسرے شخص کو تکلیف یا ایذا پہنچانے کو تشدد کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد ایسے اعمال، الفاظ، رویے، معیارات یا نظام ہیں جو نفسیاتی، سماجی یا ماحولیاتی شکست وریخت کا باعث بنیں اور جن کی وجہ سے افراد اپنی صلاحیتوں کی نشوونما کرنے میں ناکام رہیں۔

تشدد کے اسباب بہت سے ہیں۔ تنازع جب موقع پر حل نہ کیا جائے تو وہ بھی تشدد کا روپ دھار سکتا ہے۔ عام طور پر طاقت، وسائل اور اختیار کے حامل لوگ طاقت، اختیار، وسائل کے لحاظ سے کمزور نادار، مجبور اور بے کس لوگوں پر تشدد کرتے ہیں۔

تشدد کی قسمیں

اس کی کچھ قسمیں ظاہری ہیں جو دکھائی دیتی ہیں جیسے جسمانی تشدد اور کچھ مخفی جو بظاہر دکھائی نہیں دیتیں جیسے ساختی یا ریاستی تشدد اور ثقافتی تشدد۔ ان کی کچھ تفصیل درج ذیل ہے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(ا) ظاہری تشدد

دکھائی دینے والا تشدد عام ہے۔ عام طور پر میڈیا اس نوعیت کے تشدد کو موضوع بناتے ہیں۔ ظاہری تشدد کی ایک شکل جسمانی تشدد ہے جس میں کسی انسان یا ذی روح کو مارنا، زخمی کرنا، جلانا، پانی میں ڈبونا، گرانا، معذور کرنا، باندھ کر رکھنا، کھانا پینے سے محروم رکھنا، تیز دھوپ میں رکھنا، سردیوں میں ٹھنڈے پانی میں کھڑا رکھنا، تیزاب اور دیگر کیمیکل وغیرہ کے ذریعے شکل بگاڑنا، ہاتھ، کان، ناک یا دیگر اعضاء کو کاٹ دینا اور جان سے مار دینا نیز خود کو اذیت دینا اور خودکشی کرنا وغیرہ ظاہری تشدد میں شامل ہیں۔

نفسیاتی اور اخلاقی طور پر کسی کا استحصال کرنا جیسے کسی کی جسمانی معذوری کی وجہ سے اس سے نفرت کا اظہار کرنا یا اسے دوسروں سے کم تر سمجھنا، کسی کی کمزوری سے فائدہ اٹھانا، کسی کی غلطی یا اخلاقی کمزوری کو نشانہ بنانا اور اس کو شرمندہ کرنا، تنگ کرنا، بُرے ناموں سے پکارنا، اس کی برائی کرنا، راز افشا کرنا، امانت میں خیانت کرنا، دھوکہ دینا، اسے مالی لحاظ سے نقصان پہنچانا، ان کی عزت و آبرو کو مجروح کرنا، ان کی آزادی کو سلب کرنا اور قید کرنا، مجبور کرنا، خوفزدہ کرنا، تحقیر کرنا، دھمکی دینا، جبری مشقت کروانا، کسی کی آواز دبانا، اور جبری تھکانا وغیرہ بھی ظاہری تشدد کے زمرے میں آتے ہیں۔ تشدد چاہے لوگوں پر براہ راست کیا جائے یا ان کے کسی عزیز رشتہ دار اور دوست وغیرہ پر، دونوں صورتوں میں یہ نفسیاتی اور اخلاقی استحصال ہے اور ظاہری تشدد کے زمرے میں آتے ہیں۔

ظاہری تشدد کا خاتمہ کیسے ہو؟

ظاہری تشدد کے خاتمے کے لیے ضروری ہے کہ:

- ☆ ظاہری تشدد کی قسمیں، اس کے اثرات، وجوہات اور قوانین سے متعلق عوام میں شعور اجاگر کیا جائے۔
- ☆ قانون نافذ کرنے والے اداروں اور عدالتوں تک عام شہریوں کی محفوظ رسائی کو آسان اور سستا بنایا جائے۔
- ☆ قانون کی بالادستی ہو اور تشدد کرنے والے مجرموں کو فوری طور پر قانون کی گرفت میں لیا جائے۔
- ☆ فوری اور مؤثر سزاؤں کا اہتمام ہو اور مجرموں کو فوری اور مؤثر سزاؤں کے ذریعے ایسے عناصر کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سخت حوصلہ شکنی کی جائے

☆ یکساں تعلیمی، معاشی اور سیاسی مواقع کی فراہمی کے نتیجے میں اچھی تعلیم و تربیت، عدل و انصاف، مساوات اور معاشرتی خوش حالی کے ذریعے معاشرے میں تشدد کا سدّ باب کیا جائے۔

☆ معاشرے میں پسے ہوئے کمزور طبقات کے حقوق کے تحفظ کا خصوصی اہتمام کیا جائے۔

☆ قانونی کمزوریوں کو مؤثر قانون سازی کے ذریعے دُور کیا جائے۔

(ب) ساختی / ریاستی تشدد

یہ مخفی تشدد کی ایک قسم ہے۔ اس سے مراد ایسے قوانین اور نظام ہیں جن سے کسی خاص سماجی گروہ، نسل یا قوم کو نقصان پہنچانے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہو۔ ساختی تشدد میں تعلیمی، سیاسی، معاشی اور قانونی نظام شامل ہوتے ہیں۔

ساختی یا ریاستی تشدد پر مبنی نظام کی وجہ سے معاشرے کے کچھ لوگ اپنی صلاحیتوں کی بھرپور نشوونما کر کے ترقی کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ساختی تشدد کی کچھ مثالیں درج ذیل ہیں۔

☆ حکومتی یا سماجی سطح پر لوگوں کے درمیان نسلی، لسانی، مذہبی یا سیاسی بنیادوں پر تفریق کرنا، جس سے کسی گروہ، قوم یا علاقہ میں احساس محرومی، پسماندگی، شدت پسندی اور بدامنی جنم لیتی ہیں۔

☆ وہ امتیازی قوانین، عدالتی فیصلے اور قانونی کمزوریاں جن کی وجہ سے بہت سے لوگوں کے یکساں اور کامل قانونی حقوق مارے جاتے ہیں، جو احساس محرومی، انتقامی جذبات، مقدمہ بازی اور قانونی استحصال کا باعث بنتے ہیں۔

☆ ناقص، امتیازی اور طبقاتی نظام تعلیم جس کی وجہ سے شہری یکساں معیاری تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں اور شرح خواندگی میں کمی یا ناقص تعلیم کے باعث بہت سے سماجی، اخلاقی اور معاشی مسائل جنم لیتے ہیں۔

☆ صحت اور علاج کے ناقص انتظامات جو امراض کی کثرت اور شرح اموات میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

- ☆ حکومت کے ناقص طرزِ حکمرانی کے سبب عوام کو پیش آنے والے مستقل مسائل جیسے صاف پانی اور خوراک کی عدم فراہمی سے پیدا ہونے والے مسائل، ڈیموں کے نہ ہونے کی وجہ سے آنے والے سیلاب، توانائی کے بحران کے نقصانات اور مشکلات وغیرہ۔
- ☆ ناقص معاشی نظام یا پالیسیاں جو امیر و غریب میں بہت زیادہ فرق، بے روزگاری، بدعنوانی اور معاشی بدحالی کا باعث بنیں۔
- ☆ حکمرانوں کی ناقص پالیسیوں کی وجہ سے پیش آنے والے مالی نقصانات، بدامنی، بدعنوانی، لاقانونیت اور قومی اور بین الاقوامی معاملات میں قوم کی بدنامی اور بداعتمادی جو شہریوں کے لیے مزید مشکلات کا باعث بنتی ہے۔
- ☆ جاگیرداری نظام جو بنیادی ضروریات مثلاً آزادی، خوراک، لباس، مکان، تعلیم، علاج، اور جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ وغیرہ کی فراہمی میں بھی بعض اوقات رکاوٹ بن جاتا ہے۔

پاکستان کے وفاق کے زیرِ انتظام قبائلی علاقوں (فاٹا) میں برطانوی دورِ حکومت کے دوران نافذ کیا گیا قانون فرنٹیر کرائمز ریگولیشنز (ایف سی آر سنہ ۱۹۰۱) ہے جو گزشتہ ایک صدی سے زائد عرصے سے نافذ رہا ہے۔ حال ہی میں اس میں کچھ اصلاحات کی گئی ہیں۔ اس میں کئی امتیازی شقیں موجود رہی ہیں، مثلاً اس قانون کے باب چہارم دفعہ نمبر ۲۱ کے تحت فاٹا کے کسی فرد کے جرم کی سزا اس کے خاندان یا قبیلہ کو اجتماعی طور پر دی جا سکتی تھی۔ اسی طرح وفاق کے زیرِ انتظام علاقہ گلگت بلتستان کے عوام کو قومی اسمبلی اور سینٹ دونوں میں نمائندگی حاصل نہیں ہے۔

ساختی / ریاستی تشدد کا خاتمہ کیسے ہو؟

ریاستی / ساختی تشدد کے خاتمے کے لیے ضروری ہے کہ:

- ☆ قومی سطح پر ساختی تشدد کی مختلف قسموں، اس کے اثرات اور وجوہات سے متعلق عوامی شعور میں اضافہ کیا جائے اور قابلِ عمل تجاویز سامنے لائی جائیں۔
- ☆ معاشرے میں تمام شہریوں کے لیے یکساں تعلیمی، سیاسی، معاشی اور عدالتی نظام متعارف کیا جائے۔
- ☆ تمام شہریوں کے آئینی، سیاسی اور قانونی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

☆ تمام ریاستی اور قومی اداروں میں بدعنوانی سے پاک بہتر طرزِ حکمرانی اور شفاف و مؤثر احتساب کے نظام کا نفاذ ہو۔

☆ شہریوں کے حقوق سے متعلق شکایات کا سنجیدہ ازالہ ہو۔

☆ تعلیمی، سیاسی، معاشی اور عدالتی نظام پر عوام کے اعتماد کو بڑھانے کے لیے ٹھوس اقدامات کیے جائیں۔

(ج) ثقافتی تشدد

یہ مخفی تشدد کی ایک قسم ہے۔ اس سے مراد تشدد کی وہ تمام صورتیں ہیں جو تشدد کا جواز پیش کرتی ہوں یا اس کے فروغ کا باعث بنتی ہوں۔ ثقافتی تشدد کرنے والا عموماً تشدد کرنے کو اپنا حق سمجھتا ہے، اس لیے اکثر لوگوں کو یہ تشدد نظر نہیں آتا۔ ثقافتی رسوم، سماجی روایات اور کسی قوم یا نسل یا گروہ کے بارے میں غلط و منفی تصورات وغیرہ بھی ثقافتی تشدد میں شامل ہیں۔ اس کی چند مختلف صورتیں درج ذیل ہیں:

(۱) **تشدد کا جواز پیدا کرنا:** اس قسم میں نفرت انگیز گفتگو، ماضی کے یا کسی خطے کے پُرتشدد واقعات کو کسی خاص نسل، مذہب، علاقہ یا گروہ کے ساتھ منسلک کر کے اُن سے وابستہ بے گناہ افراد پر ظلم کرنا اور ان مظالم کو درست اور جائز قرار دینے کے لیے سماجی روایات، مذہب یا قانون کی غلط طور پر تشریح کرنا اور اس کا سہارا لینا وغیرہ شامل ہیں۔

(۲) **نفرت کو ابھارنے والی تقریر و تحریر:** معاشرتی شکست و ریخت کے نتیجے میں جب کوئی شخص یا گروہ دوسرے شخص یا گروہ کو تعصب کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس سے نفرت اور دشمنی کرنے لگتا ہے، تو اس کے خلاف نفرت انگیز تقریر و تحریر کے ذریعے لوگوں میں نفرت پھیلانے کی کوشش کرتا ہے۔ بار بار کی کوششوں سے لوگوں کے دل و دماغ میں ایک دوسرے کے خلاف شدید نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس طرح کی نفرت انگیز تقریریں اور تحریریں لوگوں کو آخرکار تشدد پر ابھارتی ہیں۔

(۳) **تعصب:** نسلی، لسانی یا مذہبی گروہوں اور ان کے رسوم و رواج سے شدید نفرت کا اظہار کیا جاتا ہے اور ان کے ساتھ سماجی، سیاسی، مذہبی لحاظ سے امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ تسلسل سے پیش آنے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

والے امتیازی سلوک سے معاشرے میں تشدد جنم لیتا ہے۔

(۴) **صنفی تعصب**: ثقافتی تشدد کی ایک اور قسم صنفی تعصب ہے، جس میں کسی ایک صنف کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے، ان کے ساتھ ناروا سلوک کیا جاتا ہے اور ان کے حقوق سلب کیے جاتے ہیں۔ صنفی تعصب سے لوگوں کا جذباتی توازن متاثر ہوتا ہے اور ان میں احساس تنہائی اور احساس کمتری جیسی تشویش ناک نفسیاتی امراض پیدا ہوتی ہیں جو بالآخر تشدد کا باعث بنتی ہیں۔

ثقافتی تشدد کی روک تھام کیسے ممکن ہے؟

ثقافتی تشدد کے خاتمہ کے لیے ضروری ہے کہ:

☆ عوام میں اس بات کا شعور اجاگر کیا جائے کہ مختلف قوم، نسل یا گروہ سے متعلق پھیلے ہوئے غلط اور منفی تصورات پر نظر ثانی کی جائے۔

☆ تشدد کا جواز پیدا کرنے والے عناصر کی حوصلہ شکنی اور سماجی رسومات کی اصلاح کی جائے۔

☆ نفرت پر مبنی تقریروں اور تحریروں کی سدباب کیا جائے۔

☆ صنفی تشدد کا باعث بننے والے رویوں کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

☆ نسلی، لسانی اور مذہبی گروہوں کے بارے میں پھیلے تعصّبات کو سامنے لا کر ان کے خاتمہ کے لیے حکمت عملی تیار کی جائے۔

☆ معاشرے میں موجود مختلف نسلی، لسانی اور مذہبی گروہوں کے درمیان مشترکہ پروگراموں کے ذریعے ایک دوسرے کو قریب سے سمجھنے کے مواقع فراہم کیے جائیں۔

☆ عوام میں اس شعور کو اجاگر کیا جائے کہ کسی قوم، نسل یا گروہ سے وابستہ کسی فرد یا افراد کی کسی غلطی کو اس قوم، نسل یا گروہ سے منسلک کسی اور بے قصور شخص پر تھوپنا اور اُسے کسی نا کردہ غلطی کی سزا دینا شریعت اور قانون دونوں کی خلاف ورزی ہے اور کسی پر بہتان باندھنا اور اس کو کسی نا کردہ غلطی کی سزا دینا بذاتہ ایک قابل گرفت جرم ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

☆ احترام آدمیت، عدل و انصاف کے اصولوں اور معاشرتی ہم آہنگی کے فروغ کے لیے کوششیں کی جائیں۔

ذخیرہ الفاظ	
نئے الفاظ اور اصطلاحات	معانی اور تشریحات
تسلط	غلبہ، برتری
استحصال	اختیار یا طاقت کے ذریعے کسی کی کمزوری یا محرومی سے فائدہ اٹھانا

مشق

۱) درج ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

ا) تنازع کی مختلف صورتیں کون سی ہیں؟

ب) شخصی اور گروہی تنازعات میں کیا فرق ہے؟

ج) تشدد سے کیا مراد ہے؟ ظاہری تشدد کے خاتمہ کے لیے آپ کی تجاویز کیا ہیں؟

د) ثقافتی تشدد سے کیا مراد ہے، نیز بتائیں، اس کے خاتمہ کے لیے آپ کیا کردار ادا کر سکتے ہیں؟

۲) درج ذیل میں سے درست اور غلط جملوں کی نشاندہی کیجیے:

ا) ذاتی و شخصی تنازع فریقین کے شخصی و ذاتی مفادات، نقطہ ہائے نظر اور ترجیحات کے گرد گھومتا ہے۔

ب) تنازعات فطری ہیں اور انہیں حل کرنا ممکن نہیں۔

ج) کسی انسان کو اس کی صلاحیتوں کے مطابق ترقی کرنے نہ دینا بھی تشدد ہے۔

د) نفرت انگیز تقریریں اور تحریریں تشدد کا باعث بنتی ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۳) درج ذیل جملوں کو مکمل کیجئے:

ا) ملکوں کے درمیان اکثر تنازعات اُن کے ریاستی __________ کی خاطر سامنے آتے ہیں۔

ب) گروہی تنازعات اکثر ایک یا چند __________ کے درمیان شخصی تنازعات سے جنم لیتے ہیں۔

ج) تشدد کا جواز پیدا کرنا __________ کی ایک شکل ہے۔

د) وہ نظام جو کسی فرد یا گروہ کو اس کے حقوق سے محروم کریں تو وہ __________ تشدد کہلائے گا۔

عملی سرگرمی

☆ اپنی جماعت کے طلبہ کو تین گروپ میں تقسیم کیا جائے اور مندرجہ ذیل سوال پر باہمی مکالمہ کرایا جائے:

''معاشرے میں مختلف قسم کے تشدد کی روک تھام کے لیے طلبہ کیا کردار ادا کر سکتے ہیں؟''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آٹھواں باب

تنازع کے مراحل اور اسباب

ذہنی کشمکش یا دوسرے کے بارے میں بدگمانی یا کسی قسم کے خوف یا خواہش سے تنازع پیدا ہوتا ہے۔ تنازع کی صورتِ حال کئی مراحل سے گزر کر باہمی نفرت کے دائرے میں داخل ہو جاتی ہے۔ تنازع کی شدت اور گہرائی بتدریج بڑھتی جاتی ہے۔ تنازع میں ایسی صورتِ حال بھی سامنے آسکتی ہے جو نقصان اور بعض اوقات انسانی جانوں کے ضیاع کا باعث بن سکتی ہے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ تنازع کس مرحلے میں ہے تو صورتِ حال کا درست تجزیہ کرنے میں مدد ملتی ہے۔ ماہرین نے تنازع کے درج ذیل مراحل بیان کیے ہیں:

ا۔ **خفتہ تنازع (سویا ہوا تنازع):** جب افراد یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی اقدار، ضروریات، خواہشات اور مفادات دوسروں سے مختلف ہیں تو تنازع کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ جب تک افراد یہ اختلافات اپنے دل میں چھپا کے رکھتے ہیں، تنازع پوشیدہ رہتا ہے۔ یہاں تنازع زیادہ سے زیادہ صرف دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف منفی جذبات کی حد تک محدود رہتا ہے۔ اگر اس مرحلے پر تنازع کے سلجھاؤ کے لیے اقدامات نہ کیے جائیں تو تنازع سامنے آتا اور شدت پکڑ سکتا ہے۔

۲۔ **تنازع کا سامنے آنا:** جیسے جیسے فریقین کے جذبات شدت اختیار کرتے ہیں اور فریقین اپنے ردِعمل کا اظہار کرتے ہیں۔ شکوے، شکایات، طعن و تشنیع، ضد وہٹ دھرمی اور معمولی باتوں پر مخالفت اور غصہ کی صورت میں تنازع کا اظہار ہونے لگتا ہے۔

۳۔ **تنازع میں تیزی / شدت آنا:** فریقین کے جذبات میں شدت کی وجہ سے تنازع تشدد کی طرف بڑھتا ہے۔ اس موقع پر اکثر دوسروں کی عزت یا جان و مال کے تحفظ اور احترام کا بھی خیال نہیں رکھا جاتا۔

۴۔ **نقصان:** سلجھاؤ کے مناسب اقدامات نہ ہونے کی وجہ سے تنازع جب شدت پکڑ جاتا ہے اور دونوں طرف سے تشدد کے واقعات ہونے لگتے ہیں تو ایک مرحلہ آتا ہے جب فریقین کو بہت زیادہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ نقصان جان و مال کے ضیاع، مقدمہ بازی، عزت و آبرو کے داؤ پر لگ جانے اور تعلقات اور سماجی حیثیت کے متاثر ہونے کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

۵۔**شدت میں کمی آنا:** جب فریقین پُر تشدد تنازع سے تھک جاتے ہیں اور نقصانات کی سطح ناقابل برداشت حد تک بڑھ جاتی ہے تو فریقین میں تنازع کو کسی نہ کسی صورت حل کرنے کی ضرورت کا احساس بڑھ جاتا ہے۔اس کے نتیجے میں تنازع کی شدت میں کمی آنے لگتی ہے۔

۶۔**مصالحت،تصفیہ:** جب فریقین تنازع کے بعد مصالحت کی ضرورت کا احساس کرنے لگتے ہیں تو یہ وہ مرحلہ ہے جہاں مصالحت کار آگے بڑھتے ہیں اور دونوں فریقین کے لیے تنازع کا قابلِ قبول حل سامنے لانے کی کوشش کرتے ہیں۔وہ فریقین کے نقصانات کا ممکنہ اور قابل قبول حد تک ازالہ کرانے اور مصالحت کی کوشش کرتے ہیں۔

۷۔**مصالحت اور پائیدار تعلقات کی بحالی:** کسی تنازع کے تصفیہ اور مصالحت کے بعد بھی اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ بعد از تنازع تعلقات کو معمول پر لانے کے لیے کچھ خصوصی اقدامات کیے جائیں تاکہ تنازع دوبارہ پیدا نہ ہو۔یا یہ کسی اور صورت میں سامنے نہ آئے۔

ان مختلف درجوں کو اگر ڈایاگرام پر رکھا جائے تو کچھ اس طرح کی شکل بنے گی۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تنازعات کے چند عمومی اسباب

تنازعات کے پیدا ہونے اور خطرناک شکل اختیار کرنے کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں، ان وجوہات کا تعلق اکثر ان تنازعات کی نوعیت سے ہوتا ہے۔ بسا اوقات ایک سے زائد عوامل تنازعات کا سبب بنتے ہیں۔ یہ یاد رکھنا اور تسلیم کرنا ضروری ہے کہ تنازعات عام طور پر فوری ردِعمل، خواہشات، ضروریات، توقعات، عقائد اور نقطہ نظر کے فرق سے سامنے آتے ہیں۔ پُرتشدد تنازعات میں اکثر اسباب کو مختلف فریق مختلف انداز میں سوچتے ہیں۔ مختلف نوعیّتوں کے اعتبار سے تنازع کی چند وجوہات درج ذیل ہیں:

(۱) رشتوں ناتوں میں تنازعات کے اسباب

رشتوں میں تنازعات کے اسباب کئی ہوتے ہیں:

☆ ایک دوسرے کے بارے میں غلط فہمیاں

☆ ایک دوسرے کے ساتھ توہین آمیز برتاؤ یا گفتگو

☆ ایک دوسرے کے بارے میں پہلے سے قائم منفی تصورات یا مفروضات

☆ بعض لوگوں کا میاں بیوی یا دو خاندانوں میں دوریاں پیدا کرنا جسے ہماری زبان میں لگائی بجھائی کہتے ہیں۔

☆ دوسرے فریق کے بارے میں غیر معمولی توقعات قائم کر لینا اور پھر باہمی اعتماد کا نازک آئینہ ٹوٹنے پر انتہا پر چلے جانا۔

(۲) اقدار و نظریات پر مبنی تنازعات کی وجوہات

اقدار پر مبنی تنازعات کی وجوہات کئی ہو سکتی ہیں:

☆ سماجی روایات و رسومات: جیسے خوشی اور غم کے مواقع پر مختلف معاشروں کی سماجی روایات مختلف ہیں۔ ممکن ہے رسومات میں فرق کسی تنازع کا سبب بن جائے۔

☆ ثقافتی اقدار: جیسے مختلف خطوں اور قوموں میں زبان، لباس اور کھانے وغیرہ مختلف ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

☆ مختلف تاریخی حقائق اور پسِ منظر: کسی ایک واقعہ کو ایک سے زیادہ انداز میں بیان کیا گیا ہو۔ مختلف لوگوں نے اسی واقعہ کو اپنے اپنے حساب سے مختلف انداز میں اسے آگے نقل کیا ہو۔ ایک واقعہ کے بارے میں مختلف لوگوں کا اختلاف کسی تنازع کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔

☆ مختلف ر مذاہب: مختلف مذاہب اور نظریات کے حامل لوگوں کے درمیان اگر ہم آہنگی نہ ہو تو مذہب اور نظریہ کے نام پر اکثر ایسے تنازعات رونما ہوتے ہیں جو مذہبی تعلیمات کے بالکل برعکس ہوتے ہیں۔

(۳) شناخت پر مبنی تنازعات کے اسباب

تنازع کی وجوہات میں سے ایک اور اہم وجہ شناخت ہے۔ شناخت پر مبنی تنازعات اکثر اس وقت وقوع پذیر ہوتے ہیں جب ایک فرد یا گروہ یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کی شناخت کو خطرات لاحق ہیں، اس کی قانونی اہمیت سے انکار کیا جارہا ہے یا پھر اس کا احترام نہیں کیا جارہا۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی وہ یہ محسوس کرے کہ اس کی شناخت کو خطرہ لاحق ہے تو وہ اسے بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ کوشش عام طور پر جارحانہ یا مدافعانہ نوعیت کی ہوسکتی ہے اور اس کا نتیجہ پیچیدہ تنازعات کی صورت میں بھی نکل سکتا ہے۔

(۴) ساختی تنازعات کے چند اسباب

ساختی تنازعات کی وجوہات میں اختیار، طاقت، حکمرانی، ملکیت، نظام، وسائل کی تقسیم وغیرہ شامل ہیں۔ اگر اختیار، طاقت، حکمرانی، ملکیت، وسائل اور نظام عدل وانصاف پر مبنی نہ ہوں تو ساختی تنازعات جنم لیتے ہیں۔

(۵) مفادات پر مبنی تنازعات کے اسباب

مفادات پر مبنی تنازعات کی وجوہات میں مفادات کا حقیقی یا تصوراتی ٹکراؤ اور طریقہ کار پر مبنی مفادات شامل ہیں۔ تنازع کے ہر فریق کو اپنا مفاد دوسرے کے مفاد سے زیادہ عزیز ہوتا ہے۔ ہر فریق اپنے مفاد کی خاطر دوسرے کے مفاد کو قربان کرانا چاہتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ذخیرہ الفاظ	
نئے الفاظ اور اصطلاحات	معانی اور تشریحات
تشنیع	نازیبا اور غیر شائستہ الفاظ کہنا
تعامل	ایک دوسرے سے معاملات میں برتاؤ، زندگی کے طور طریقے
مسدود کرنا	کسی چیز کو آگے بڑھنے سے روکنا جیسے راستہ روکنے کو راہ مسدود کرنا کہا جاتا ہے۔

مشق

سوال نمبر۱: مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجئے۔

ا) تنازع اپنے آغاز سے انجام تک کن مراحل سے گزرتا ہے؟ تین مراحل کی وضاحت کیجئے۔

ب) نظریات پر مبنی تنازعات کے اسباب کون سے ہیں؟

ج) تنازعات میں شناخت کی کیا اہمیت ہے؟ مثالوں سے واضح کیجئے۔

د) مفادات پر مبنی تنازعات کے اسباب کون سے ہیں؟ مثالوں سے واضح کیجئے۔

ہ) اقدار و نظریات پر مبنی تنازعات کی وجوہات کون سی ہیں؟

سوال نمبر۲: مندرجہ ذیل جملوں کو مکمل کیجئے۔

ا) جب تنازع فریقین کے دلوں کی حد تک محدود ہو تو یہ ______________ کہلاتا ہے۔

ب) رشتوں ناتوں پر مبنی تنازعات کی وجوہات میں سے ایک اہم وجہ ______________ ہے۔

ج) وسائل کی تقسیم میں ناانصافی ______________ کا سبب بنتی ہے۔

سوال نمبر۳: مندرجہ ذیل میں سے درست اور غلط جملوں کی نشان دہی کیجئے۔

ا) پُر تشدد تنازع میں نقصان کے بعد فریقین تنازع کے حل کی طرف بڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔

ب) تمام تنازعات کی بنیادی وجہ نظریات کا ٹکراؤ ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ج) مفادات کی کشمکش کبھی بھی کسی تنازع کی وجہ نہیں بنتی۔
د) دشمنی پر مبنی تنازعات اکثر انتقامی جذبات کی عکاسی کرتے ہیں۔

عملی سرگرمی

☆ طلبہ مندرجہ ذیل چارٹ بغور پڑھیں اور اپنے بارے میں جائزہ لیں کہ ان کی شخصیت میں کون سے مثبت اور منفی رویے موجود ہیں۔

مثبت اور منفی رویوں کا تقابلی جائزہ

نمبر شمار	مثبت رویے	منفی رویے
۱۔	دوسروں کے بارے میں حُسنِ ظن رکھتا ہے	دوسروں کے بارے میں بدگمانی کرتا ہے
۲۔	دوسروں کے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔	دوسروں کے لیے بُرا سوچتا ہے۔
۳۔	دوسروں کے بارے میں اپنے دل میں محبت اور احترام رکھتا ہے	دوسروں کے بارے میں اپنے دل میں نفرت رکھتا ہے۔
۴۔	دوسروں کے بارے میں کبھی بھی غلط بیانی نہیں کرتا	دوسروں پر جھوٹے الزام لگاتا ہے۔
۵۔	دوسروں کے لیے وہی چاہتا ہے جو اپنے لیے چاہتا ہے۔	صرف اپنے لیے اچھا سوچتا ہے۔
۶۔	دوسروں پر بے جا غصہ نہیں کرتا۔	دوسروں پر بے جا غصہ کرتا رہتا ہے۔
۷۔	دوسروں کی بہتر حالت دیکھ کر رشک کرتا ہے۔	دوسروں کی بہتر حالت دیکھ کر ان سے حسد کرتا ہے۔
۸۔	اپنی ضروریات کے معاملے میں قناعت کرتا ہے۔	اپنی ضروریات کے معاملے میں ہمیشہ لالچ کرتا ہے۔
۹۔	معاشرتی معاملات میں ہمیشہ سچ بولتا ہے۔	معاشرتی معاملات میں غلط بیانی سے کام لیتا ہے۔
۱۰۔	دوسروں کے ساتھ ہر حال میں اخلاص کے ساتھ پیش آتا ہے۔	صرف اپنے مفاد کو ہی دیکھتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نواں باب

تنازعات کے حل کے مختلف اسالیب

تنازع کی صورت حال سے نمٹنے کے مختلف طریقے

عام زندگی میں تنازع پیدا ہو جانا کوئی غیر فطری بات نہیں ہے۔ تاہم تنازع جاری رہنا اور اُس میں شدت ایک تشویش ناک بات ہے۔ تنازع کی صورت حال سے نکلنے کے لیے ضروری ہے کہ فریقین ایسی کوششوں کی طرف آئیں جو تنازعات کے حل یا اطمینان بخش نتائج کے حصول کا باعث بنیں۔

تنازعات کے حل کے لیے تیسرا فریق بھی یہ کردار ادا کرسکتا ہے۔ اس صورت میں اس تیسرے فریق کا غیر جانبدار ہونا لازم ہے تا کہ وہ دونوں فریقین کو مسائل کے حل تک پہنچنے میں مدد دے سکے۔ اس لیے لازم ہے کہ تنازعات کے دوران مذاکرات، مصالحت اور ثالثی کا کردار ادا کرنے والے کا تنازعات کے مخصوص نتائج سے کوئی مفاد وابستہ نہ ہو۔

کسی بھی تنازع کی صورت حال سے نمٹنے کے طریقے یا اسالیب مختلف ہو سکتے ہیں۔ صورت حال کے مطابق نمٹنے کے انداز مختلف ہو سکتے ہیں اور ان کے تحت تنازع کے نتائج بھی مختلف نکل سکتے ہیں۔ ذیل میں تنازع سے نمٹنے کے چند اہم طریقے اور مراحل بیان کیے جا رہے ہیں:

(ا) تنازع پر قابو پانا

تنازعات پر قابو پانا قیام امن کی ایک ایسی کوشش ہے، جس کا مقصد تنازع کے دوران اس کے فریقین کو تشدد سے روکنا ہے۔ یہ عمل لڑائی اور تشدد کو روک کر فریقین کے انتقامی جذبات کو ٹھنڈا کرنے کا مرحلہ ہے تا کہ فریقین تنازع کے نتیجے میں ہونے والے نقصانات پر سوچنا شروع کریں اور ایسا طرزِ عمل اختیار کریں، جس کی مدد سے معاندانہ اور تشدّد پر مبنی رویے میں تبدیلی واقع ہو سکے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس طریقہ کار کی مدد سے تنازع کے حل کے لیے مناسب وقت کا انتظار کیا جاتا ہے اور اس دوران ماحول کو سازگار بنانے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ تنازع کے حل کی راہ ہموار ہو۔

تنازعات پر قابو پانے کے دوران تنازعات کی وجوہات کو دُور نہیں کیا جاتا بلکہ تنازعات کے دوران رویوں اور طرزِ عمل میں بہتری لانے پر توجہ مرکوز رکھی جاتی ہے تاکہ تنازع کے فریقین پھر سے پُرتشدد رویہ نہ اپنا پائیں۔

(ب) تنازع کا حل نکالنا

تنازع کے حل کا مقصد فریقین کی مدد کرنا ہے تاکہ وہ ایک دُوسرے کی ضروریات، مسائل اور تنازع کی وجوہات کو سمجھ کر پائیدار حل تلاش کر سکیں۔ اس مرحلہ پر تنازعات کا دیرپا حل تلاش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اس عمل کے دوران آپس میں برسرِ پیکار فریقین کو موقع دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی شکایات اور ضروریات، مثال کے طور پر وسائل، ضروریات، نظریات اور اختلافات وغیرہ پر سنجیدگی سے بات کر سکیں۔ تنازعات کا حل پیش کرتے وقت ممکن ہے کہ کسی محروم فرد یا گروہ کی ضروریات پوری ہوں یا اُن کو تعلیم، صحت اور روزگار کی سہولیات میسر ہو سکیں۔

بعثت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کعبۃ اللہ میں حجرِ اسود نصب کرنے کے مسئلے پر قریش کے قبائل کے درمیان کھڑا ہونے والا تنازع اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیش کردہ حل ایک بہترین مثال ہے۔ تمام قبائل یہ سعادت خود حاصل کرنے کے خواہش مند تھے اور اس کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنازع کو بہترین انداز میں حل کرنے کے لیے یہ تجویز پیش کی کہ حجرِ اسود کو ایک چادر کے درمیان میں رکھا جائے اور ہر قبیلے کا سردار ایک کونا پکڑ کر اُسے مطلوبہ مقام پر لے جائے، جہاں اُسے نصب کرنا مقصود تھا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور تنازع حل ہو گیا، جس سے خطرناک لڑائی کا خطرہ ٹل گیا۔

تنازعات کو حل کرنے کے عمل میں شریک لوگوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ جن لوگوں کی ضروریات پوری نہیں ہو پاتیں اور ان کے مطالبات کو غیر معقول سمجھا جائے تو معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ اگر ان حالات میں اصلاح کی کوئی کوشش نہ کی جائے تو تنازع میں شدت آ سکتی ہے اور وہ تشدد کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔

(ج) تنازعات کو بہتر مواقع میں بدل دینا

اس طریقہ کار کا مقصد تنازعات کے فریقین کے مابین تعلقات، رویوں اور طرزِ عمل میں مثبت اور پائیدار

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تبدیلیاں لانا ہے۔اس میں زیادہ توجہ اس بات پر دی جاتی ہے کہ تنازع کے فریقین اپنے تعلقات میں تبدیلی لائیں اور دونوں گروہ تنازع کی وجوہات دور کرکے اور مسائل کا حل تلاش کرنے کے بعد تنازع کو عناد اور دشمنی کے بجائے مستقل بنیادوں پر مفاہمت اور دوستی میں بدل دیں۔اس کے علاوہ اس کا مقصد فریقین کی مدد کرنا ہے کہ وہ تنازع کے صحت مند اثرات قبول کرتے ہوئے اس قابل ہو جائیں کہ باہمی تنازعات کے ذیلی مسائل کا حل خود تلاش کر سکیں۔

تنازع کو بہتر مواقع میں بدلنے کے لیے متنازع فریقین کو عام طور پر کسی ایسی نشست میں بھی شریک کیا جا سکتا ہے، جس میں وہ ایک دُوسرے کی مدد سے کچھ مسائل کا حل تلاش کریں، مصالحت کی کمیٹیوں سے فائدہ حاصل کریں اور مثبت تعلقات کی بحالی اور ان کے فروغ کے مزید راستے تلاش کریں۔

اسلامی تاریخ میں ہجرت کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کے انصار اور مکہ مکرمہ سے آنے والے مہاجرین کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم کیا۔نسل، قوم وقبیلہ، خاندان، شہر، سوچ و بچار وغیرہ کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہونے کے باوجود انصار اور مہاجرین ایک پائیدار رشتہ میں بندھ گئے۔انہوں نے ایک دوسرے کے لیے ایثار و قربانی کی عظیم مثال قائم کی۔

(د) تنازعات سے بچاؤ

امن کی کوششوں کا ایک اہم طریقہ تنازعات سے بچاؤ کا ہے۔تنازعات سے بچاؤ سے مراد تنازع کا راستہ روکنا ہے، یعنی ایسی حکمت عملی اختیار کی جائے کہ تنازع پیدا ہونے ہی نہ پائے۔اسلامی تعلیمات میں ''سدّ ذرائع'' (برائی کا راستہ روکنے کا) کی صورت میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔سد ذرائع تنازعات سے بچاؤ کی اسی حکمت عملی کو واضح کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ، فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيرِ عِلْمٍ (الانعام: ۱۰۸)

اور مشرکوں کے باطل معبودوں کو گالی نہ دو، پھر وہ (ردعمل میں) جہالت کے سبب اللہ کی شان میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اہانت کا کوئی کلمہ کہہ دیں گے۔

یہاں مشرکوں کے باطل معبودوں کو گالی دینے سے اس لیے منع نہیں کیا گیا کہ وہ مسلمانوں کے نزدیک قابل احترام ہیں بلکہ اللّٰہ عزَّ و جلّ کی ناموس کی حفاظت کے لیے سدِ ذرائع کے طور پر یہ حکم دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَ هَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ، قَالَ: نَعَمْ، يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَ يَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ (صحيح مسلم: ١٣٠)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک کبیرہ گناہوں میں سے ایک اپنے والدین کو گالی دینا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا کوئی شخص اپنے والدین کو بھی گالی دے سکتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: ہاں، وہ دوسرے شخص کے باپ کو گالی دے گا اور دوسرا ردِ عمل میں اس کے باپ کو گالی دے گا، وہ دوسرے کی ماں کو گالی دے گا تو وہ اس کی ماں کو گالی دے گا۔

یہاں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سدِ ذرائع کی تعلیم دی کہ اگر تم نے اپنے ماں باپ کی ناموس کو بچانا ہے، تو دوسرے کے ماں باپ کی توہین نہ کرو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت کے بعد اپنی مکی زندگی میں ہر طرح کے مظالم سہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ دیے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مشن پر ڈٹے رہے اور ظلم وستم کا جواب، صبر وتحمل اور اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کی معافی اور اُن کے لیے ہدایت کی دعا کی صورت میں دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مکہ کی زمین تنگ کر دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

حلِ تنازعات کی ممکنہ صورتیں

فریقین چاہے وہ افراد ہوں، گروہ یا ممالک، ان کے درمیان تنازع مندرجہ ذیل چار مختلف صورتوں میں ختم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوسکتا ہے۔ مثلاً:

☆ یک فریقی جیت: ایک فریق جیت جاتا ہے اور دوسرا ہار جاتا ہے۔

☆ دست برداری: کوئی ایک فریق یا دونوں اپنے اپنے موقف سے دستبردار ہو جائیں۔

☆ سمجھوتہ: دونوں فریق آپس میں مفاہمت کرلیں اور کسی متفقہ سمجھوتے پر پہنچ جائیں۔

☆ ہر ایک کی جیت: تنازع کا ایسا حل تلاش کیا جائے جس میں طرفین کا بھرپور فائدہ ہو۔

(ا) یک فریقی جیت

ایک فریق، جسمانی طور پر زیادہ مضبوط ہونے یا مالی لحاظ سے زیادہ طاقتور ہونے یا اسے کسی بااختیار ادارے مثلاً انتظامیہ یا عدلیہ کی حمایت کی وجہ سے جیت جاتا ہے اور دوسرا ہار جاتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ ہارنے والا مطمئن نہ ہو اور اسے تشدد اور نقصان کا سامنا بھی کرنا پڑے۔

اس کی ایک مثال پاکستان اور بھارت کے درمیان ۱۹۷۱ء کی جنگ ہے۔ یہ جنگ پاکستان کے دو ٹکڑے ہونے اور بنگلہ دیش کے قیام پر ختم ہوئی۔ اگرچہ رسمی طور پر تنازع ایک جنگ کے نتیجہ میں اپنے انجام کو پہنچ گیا لیکن فریقین کی شکایات اب بھی باقی ہیں اور لوگ ایک طویل عرصے سے جنگ کے تلخ حقائق کے ساتھ مفاہمت کے لیے مصروف ہیں۔

(ب) دست برداری

تنازع کو کم از کم عارضی طور پر ختم کرنے کا ایک اور طریقہ دست برداری ہے۔ جس کے مطابق ایک یا دونوں فریق پیچھے ہٹ جاتے ہیں البتہ اس کے ذریعے کوئی بھی فریق صحیح معنوں میں مطمئن نہیں ہوتا۔

۱۹۹۹ء کا معرکہ کارگل دستبرداری کی ایک مثال ہے جب پاکستان کو ایک بھرپور جنگ سے بچنے کے لیے بین الاقوامی برادری کے دباؤ پر کارگل سے فوجیں واپس بلانا پڑیں لیکن مسئلہ آج بھی اپنی جگہ باقی ہے۔

(ج) سمجھوتہ

یہ تنازع کے حل کا آغاز ہے دونوں فریق کم و بیش کسی چھوٹی سی تبدیلی پر مثلاً ان وسائل میں شراکت جن پر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ان کے درمیان جھگڑا ہوا، یا براہ راست لڑائی سے گریز پر رضا مند ہو جاتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ سمجھوتہ فریقین کے لیے مکمل طور پر منصفانہ نہ ہو لیکن یہ کم از کم عارضی طور پر اطمینان بخش ہوتا ہے۔

اس کی مثالیں پاکستان اور بھارت کے درمیان سندھ طاس معاہدہ (۱۹ ستمبر ۱۹۶۰)، معاہدہ تاشقند (۱۰ جنوری ۱۹۶۶) اور شملہ معاہدہ (۳ جولائی ۱۹۷۲) موجود ہیں۔ اس سے عارضی طور پر کچھ "لو اور کچھ دو" کے فارمولا کے تحت سمجھوتہ ہو گیا اور دونوں ملکوں کے درمیان کچھ مسائل طے ہو گئے لیکن پانی کا مسئلہ اور علاقائی تنازعات اور بھارت کی طرف سے ڈیموں کی تعمیر وغیرہ کے مسائل حالات میں تبدیلی کے بعد بھی اپنی جگہ موجود ہیں۔

(د) ہر ایک کی جیت

حقیقی مشترکہ سوچ (یا اعلیٰ تر سوچ) کے حامل فریق ایک دوسرے کے نقصان یا ہار کے بارے میں نہیں سوچتے بلکہ ہر ایک کی بھلائی اور جیت کے بارے میں سوچتے ہیں۔ اس میں دونوں فریق اپنی اصل ضروریات پر ایک نئی مفاہمت پیدا کر لیتے ہیں اور تعاون کے ثمرات آپس میں بانٹنے کا ایک نیا طریقہ تلاش کر لیتے ہیں۔ وہ اپنے اختلافات کا احترام کرتے اور اپنے مشترکہ مسائل کا تعین کرتے ہیں۔ وہ اپنے مشترکہ مقصد کی خاطر مل کر کام کرتے ہیں۔ اس حل کے مطابق "پُرتشدد تنازع" فریقین کی نظر میں اختلافات کے حل کا تقریباً غیر مطلوب طریقہ بن کر رہ جاتا ہے۔

حجر اسود کے نصب کرنے کے معاملے پر پیش آنے والے تنازع کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا حل پیش فرمایا، جسے آج کے جدید دور میں "طرفین کی جیت" (win-win) کہا جاتا ہے۔ یعنی ایسا حل جس میں سب کی جیت ہوتی ہے اور کسی کی ہار نہیں ہوتی۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ذخیرہ الفاظ	
نئے الفاظ اور اصطلاحات	معانی اور تشریحات
اسالیب	اسلوب کی جمع، انداز بیان، طریقہ کار
دست بردار ہونا	اپنے مَوقِف یا مطالبے سے پیچھے ہٹنا
نصب کرنا	کسی چیز کو کسی خاص مقام پر رکھنا
معاندانہ رویہ	دشمنی اور مخالفت کا رویہ

مشق

۱) **مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجئے:**

ا) تنازع سے نمٹنے کے مشہور طریقے کون سے ہیں؟

ب) تنازع کے ختم ہونے کی ممکنہ صورتیں کون سی ہیں؟

ج) تنازع کو ختم کرنے کا بہترین حل کیا ہے؟ اسلامی تاریخ سے اس کی کون سی مثال ملتی ہے؟

د) ''ہر ایک کی جیت'' کا طریقہ، تنازع کا بہترین حل کہلاتا ہے؟ کیوں؟

ہ) تنازع پر قابو پانے اور تنازع کے حل میں کیا فرق ہے؟

۲) **مندرجہ ذیل جملوں کو مکمل کیجئے:**

ا) تشدد کو روکنا اور تنازع کو حل کی طرف بڑھانے کے لیے راہ ہموار کرنا______ کہلاتا ہے۔

ب) تنازعات کو مواقع میں بدلنا______________ کا ایک پائیدار طریقہ ہے۔

ج) ____________ میں اعلیٰ ترین سوچ کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔

د) دونوں فریق اپنے موقف سے____________ ہوں تو تنازع کو وقتی طور پر ختم ہوسکتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہ) ''کچھ لو کچھ دو'' کا طریقہ ______________ کہلاتا ہے۔

درج ذیل میں سے صحیح اور غلط جملوں کی نشان دہی کیجئے:

ا) ''یک فریقی جیت'' تنازع کے حل کا بہترین حل ہے۔

ب) تعلقات کو مواقع میں بدلنے کے اسلوب میں تعلقات کی بحالی پر توجہ دی جاتی ہے۔

ج) حجرِ اسود کے نصب کرنے کا واقعہ نکالا گیا حل تنازع کا بہترین حل (ہر ایک کی جیت) کہلاتا ہے۔

د) ''ہر ایک کی جیت'' کے طریقہ میں فریقین کی ایک دوسرے سے شکایات کا ازالہ نہیں کیا جاتا۔

عملی سرگرمی

☆ جماعت کے چار گروپ بنائے جائیں، ہر گروپ اپنا سوال پڑھے اور اسلامی تاریخ سے ایک واقعہ کی روشنی میں اس کا جواب تحریر کیجئے، دس منٹ کے بعد اپنے جوابات پوری کلاس کو بھی بتائے:

گروپ الف: اسلامی تاریخ سے ایک ایسی مثال بتائیں جس میں تنازع کا حل سمجھوتہ کی صورت میں نکلا ہو۔

گروپ ب: اسلامی تاریخ سے ایک ایسی مثال بتائیں جس میں حل تنازع کا طریقہ اختیار کیا گیا ہو۔

گروپ ج: ایک ایسی مثال بتائیں جس میں تنازع کو مواقع میں بدلنے کا طریقہ اختیار کیا گیا ہو۔

گروپ د: اسلامی تاریخ سے ایک ایسی مثال بتائیں جس میں تنازع سے بچاؤ کا طریقہ اختیار کیا گیا ہو۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دسواں باب

گفتگو کے آداب

دو یا دو سے زائد افراد کے ہم کلام ہونے کو گفتگو کہا جاتا ہے۔ گفتگو ابلاغ (communication) کا ایک اہم حصہ ہے۔ گفتگو میں خیالات، جذبات اور مختلف پس منظر کا اظہار ہوتا ہے۔

زبانی گفتگو کے ساتھ ساتھ خیالات اور جذبات کے اظہار کا ایک مؤثر ذریعہ تحریر بھی ہے۔ خطوط، مضامین، کتابوں اور مختلف نوعیت کی تحریروں کے ذریعے انسان اپنے خیالات اور تجربات دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ جدید ٹیکنالوجی نے گفتگو کے نت نئے اور تیز رفتار طریقے متعارف کرائے ہیں۔ تقریر و تحریر کے علاوہ مختلف رنگ، اشارے، علامتیں اور حرکات و سکنات وغیرہ ابلاغ کے عمل کا حصہ ہیں۔

گفتگو کے تمام طریقے مؤثر گفتگو کے اہم ذرائع میں سے ہیں۔ ائمہ، خطبا، مبلغین، مدرسین اور طلبہ غرض کہ ہر ایک کے لیے مؤثر گفتگو کے آداب سے روشناس ہونا ضروری ہے تا کہ وہ تقریر، تحریر، تدریس اور تبلیغ نیز اپنی روزمرہ معاملات میں گفتگو کے عمل کو مؤثر اور مفید بنا سکیں۔

گفتگو کی اہمیت

گفتگو انسان کی شخصیت کی عکاسی کرتی ہے۔ گفتگو ضروریات، خیالات، جذبات اور مختلف پس منظر کے تبادلہ کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ لفظ، لہجہ اور جذبات سب کا سننے والے پر اثر ہوتا ہے۔

اگر گفتگو کے دوران الفاظ مناسب، انداز شائستہ، لہجے میں نرمی، اپنائیت اور شیرینی موجود ہو تو سننے والے پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے مسائل اور تنازعات کا حل گفتگو کے ذریعے نکل سکتا ہے۔ لیکن اگر گفتگو میں زبان کا استعمال شائستہ نہ ہو تو اس کا بہت زیادہ نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ گفتگو بڑے تنازعات کا سبب بھی بن سکتی ہے۔ مشہور مثل ہے کہ تلوار کے زخم بھر جاتے ہیں لیکن الفاظ کا گھاؤ نہیں بھرتا۔ گفتگو کے سلسلے میں قرآنی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تعلیمات ہماری یوں رہنمائی کرتی ہیں:

وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرہ۲:۸۳)

اور تم لوگوں سے اچھی بات کہو

اللہ تعالیٰ ہمیں مؤثر گفتگو کے لیے حکمت، موعظۃ اور بہتر انداز اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَ الْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَ جَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ

(النحل ۱۶:۱۲۵)

(اے رسول!) حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اپنے پروردگار کی راہ کی طرف دعوت دیں اور ان سے بہتر انداز میں بحث کریں۔

انبیاء علیہم السلام نے اپنے شدید ترین دشمنوں سے بھی انتہائی نرمی سے اور احسن طریقے سے گفتگو کی ہے، حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو فرعون جیسے سرکش و باغی کے پاس پیغامِ حق لے کر اس ہدایت کے ساتھ بھیجا:

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰی (طٰہٰ ۲۰:۴۴)

تم دونوں اس سے نرمی سے گفتگو کرنا شاید وہ نصیحت قبول کر لے یا (اللہ سے) ڈرے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کو منکرین ومخالفین کے ساتھ یہ طرزِ عمل اختیار کرنے کی تلقین کی گئی:

فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ وَ عِظْھُمْ وَ قُلْ لَّھُمْ فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ قَوْلًاۢ بَلِیْغًا (النساء ۴:۶۳)

آپ اُن سے اعراض کیجیے اور انہیں نصیحت کیجیے اور ان سے دلنشیں انداز میں بات کیجیے۔

حضرت علی کرم اللہ وجھہ کا فرمان ہے:

إِنَّ لِسَانَ الْمُؤْمِنِ مِنْ وَّرَآءِ قَلْبِهِ (نهج البلاغة مع شرح ابن ابی الحدید، ج۱۰، ص۲۸)

مؤمن کی زبان اُس کے دل کی ترجمان ہوتی ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مؤمن جو کچھ بولتا ہے وہ اس کے دل کی ترجمانی کرتا ہے۔ وہ سوچ سمجھ کر ہی بولتا ہے اور اس کی زبان اس کے دل کی تابع ہے، نیز وہ زبان پر کچھ جبکہ دل میں کچھ اور رکھ کر منافقت نہیں کرتا۔

مؤثر اور غیر مؤثر گفتگو

گفتگو مؤثر بھی ہوسکتی ہے اور غیر مؤثر بھی۔ گفتگو کے مؤثر ہونے یا غیر مؤثر ہونے میں مطالب کے ساتھ ساتھ الفاظ اور اندازِ بیان دونوں کا عمل دخل ہے۔ گفتگو میں ایک دوسرے کی حیثیت، مزاج، صلاحیت اور دلچسپی کا خیال رکھنا گفتگو کو مؤثر بناتا ہے بہترین گفتگو وہ ہے۔ جس میں خیالات اور جذبات برابری کی سطح پر ایک دوسرے کو منتقل ہوں۔ مؤثر گفتگو کی صلاحیت امن و ہم آہنگی کے فروغ کے لیے نہایت ضروری ہے۔

مؤثر گفتگو کے اصول اور آداب

گفتگو کے دوران درج ذیل اصول و آداب کا خیال رکھنا گفتگو کو مؤثر بنا سکتا ہے:

۱۔ سچ پر مبنی گفتگو

گفتگو سچ پر مبنی ہونی چاہیے۔ سچ انسان کو کامیاب بناتا ہے اور جھوٹ انسان کو ہلاک کر دیتا ہے۔ جس شخص کی گفتگو کا مواد درست نہ ہو تو اُسے کسی بھی وقت شرمندگی کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

وَ قُوْلُوْا قَوْلاً سَدِیْداً (احزاب: ۷۰)

اور درست بات کہو

۲۔ واضح مقصد

مقصد واضح ہو تو گفتگو مفید اور مؤثر ہوسکتی ہے وگرنہ صرف وقت اور توانائی کے ضیاع کا سبب بنتی ہے۔ گفتگو کے دوران اگر مقصد واضح نہیں ہو سکا تو بولنے اور سننے والوں کو اس کا فائدہ نہیں پہنچتا۔ مثلاً گاہک دکان پر بے مقصد چلا جائے اور وہ یہ نہ جانتا ہو کہ وہ دکان میں کیا لینے کے لیے آیا تھا تو اس کے اور دکاندار کے درمیان کوئی مفید گفتگو نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اگر طالب علم کمرہ جماعت میں جائے لیکن وہ یہ نہ جانتا ہو کہ وہ کس مضمون کا سبق پڑھنے کے لیے آیا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے تو استاد اور شاگرد کے درمیان مؤثر تدریسی گفتگو نہیں ہوسکتی۔

۳۔شائستہ الفاظ

مناسب اور شائستہ الفاظ کے چناؤ سے گفتگو میں ایک توانائی پیدا ہوتی ہے۔ جب دوستی کے جذبات کا اظہار ہوتا ہے تو اس کے لیے الفاظ بھی اسی طرح کے ہونے چاہئیں۔مؤثر گفتگو کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ کس طرح کے سامعین کے لیے کون سے الفاظ مناسب ہیں۔مثلاً استاد اپنے طلبہ کے ساتھ گفتگو میں ایسے الفاظ استعمال کریں،جن سے طلبہ میں موضوع سے دلچسپی پیدا ہو،ان کے علم میں اضافہ ہو،وہ اپنے استاد کا احترام کریں اور کچھ سیکھ کر اٹھیں۔مناسب الفاظ کے استعمال سے بہت سارے جھگڑے ختم ہوسکتے ہیں۔نرم الفاظ کے ذریعے دوسروں کی عزتِ نفس کا خیال رکھا جاسکتا ہے۔اس طرح باہمی تعلقات میں امن واحترام کا رشتہ استوار رہتا ہے۔یوں بظاہر چھوٹی چھوٹی باتوں سے تنازعات کے بجائے امن ودوستی کو فروغ ملتا ہے۔

۴۔توجہ سے سننا

باہم گفتگو کے دوران ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے کہ دوسرا اس کی بات پوری توجہ سے سنے اور قطع کلامی نہ کرے۔جب تک ہم اپنے لیے بھی وہ نہیں کرتے جو دوسروں سے توقع کرتے ہیں،ہماری گفتگو مؤثر نہیں ہوتی۔اگر کوئی آپ کی بات توجہ سے سن رہا ہے تو وہ آپ سے یہ بھی توقع رکھتا ہے کہ آپ بھی اسے توجہ سے سنیں اور اسے نظر انداز نہ کریں۔

۵۔مخاطَب کی عزتِ نفس کا لحاظ

کوئی بھی کسی دوسرے کی طرف سے ایسے تبصروں کو پسند نہیں کرتا،جن میں اس کو شرمندگی ہو،یا ان کی عزتِ نفس مجروح ہو۔کوئی بھی شخص ایسے لوگوں سے ملنا جلنا پسند نہیں کرتا جو اس کی عزتِ نفس کا خیال نہیں رکھتے۔غیر مہذب گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا کرنے والا دوسرے فرد کی حیثیت کو تسلیم نہیں کرتا۔اعلیٰ اخلاق اور حُسن کلام جیسے اوصاف سے مزین شخصیت ہو تو اس کی برکت اور خوبصورتی کو ہر کوئی محسوس کرتا ہے۔اگر ہم دوسروں کی عزتِ نفس کا خیال نہیں رکھیں گے تو ہماری عزتِ نفس کا خیال رکھنے کے بھی امکانات کم ہوجائیں گے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۶۔ مسکرانے کی عادت

مسکرانے کی عادت سے دوسروں پر نہایت مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔اپنی اچھی فطرت اور اچھی نیت کو ظاہر کرنے کے لیے مسکراہٹ سب سے مہذب طریقہ ہے۔اس عادت سے آپ دوسروں کو تسلیم کر رہے ہوتے ہیں۔ کشادہ روئی سے ملنے کو نیکی کا درجہ دیا گیا ہے۔حدیث میں فرمایا گیا ہے:

وَ إِنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ أَنْ تَلقَىٰ أَخَاکَ بِوَجْهِ طَلْقٍ (سنن ترمذی : ۱۹۷۰)
یہ بھی نیکی ہے کہ آپ اپنے بھائی کے ساتھ کشادہ روئی سے ملیں

۷۔ سننے والوں کے مزاج سے آگاہی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

أُمِرْنَا أَنْ نُكَلِّمَ النَّاسَ عَلىٰ قَدْرِ عُقُوْلِهِم (المقاصد الحسنة: ۱۸۰)
ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں کے ساتھ ان کی ذہنی سطح کے مطابق بات کیا کریں

عام طور پر ہم اس بات کا لحاظ نہیں رکھتے کہ سننے والے کی ذہنی سطح، صلاحیت، طبیعت، آمادگی اور قوت برداشت کتنی ہے۔ہم بات کا جائزہ لیے بغیر گفتگو کرتے ہیں کہ اس کا کیا فائدہ یا ردِعمل ہوسکتا ہے۔کسی سے بات کرتے ہوئے اس سے ردِعمل کی توقع بھی کی جاتی ہے۔اگر ہم ذاتی طور پر کسی سے گفتگو کر رہے ہوں تو اس کا کچھ زیادہ ہی خیال رکھنا ہوتا ہے۔اگر سننے والے کا ردِعمل خواہش کے مطابق ہو تو قدرتی طور پر ہم نرم گفتار ہو جاتے ہیں، لیکن اگر صورت حال برعکس ہو تو لہجہ تیز ہو جاتا ہے۔دراصل غیر متوقع ردِعمل کچھ خاص صورت حال کا نتیجہ ہوتا ہے۔اس صورت حال کا اطلاق مذہبی بحث ومباحثہ اور سماجی موضوعات پر گفتگو کے وقت بھی کیا جاسکتا ہے۔

۸۔ گفتگو میں اپنے تاثرات کا خیال رکھنا

گفتگو کے دوران زبان کے علاوہ انسان کے چہرے پر نمایاں ہونے والے اثرات بھی خوشی وغم، اطمینان و پریشانی، حیرانی، خوف وغصہ وغیرہ کی نشاندہی کرتے ہیں۔اسی طرح آواز کی بلندی وپستی، مخاطب کے سامنے کھڑے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہونے یا بیٹھنے کا انداز وغیرہ سے بھی انسان کے خیالات، احساسات اور رویوں کا پتہ چلتا ہے۔ لہٰذا زبان کے مؤثر استعمال کے ساتھ ساتھ حرکات وسکنات میں بھی شائستگی اور وقار کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۹۔ دوسروں کی تنقید برداشت کرنا

دورانِ گفتگو اگر کوئی آپ کی غلطی کی نشاندہی کرے تو دفاعی طرزِ عمل اختیار کرنے یا اُسے جھٹلانے کے بجائے ٹھنڈے دماغ سے نہایت دیانت داری سے اس پر غور کیا جائے اور اپنی اصلاح کی جائے۔ مناسب ہوگا کہ دوسروں کی نشان دہی کرنے سے پہلے خود ہی اپنی کمزوریوں کا ناقدانہ جائزہ لیا جائے اور اصلاح کی جائے۔ اس سے دوہرے فائدے حاصل ہوں گے، ایک یہ کہ اپنی خامیوں کی اصلاح ہوتی ہے اور دوسرا یہ کہ ذاتی عیوب پر نگاہ رہے گی اور دوسروں کو آپ پر انگلی اٹھانے کا کم موقع ملے گا۔

۱۰۔ جذبات کو قابو میں رکھنا

گفتگو کے دوران ایسے مراحل بھی انسان کو پیش آسکتے ہیں جہاں اس کے جذبات بھڑک اٹھیں اور وہ غصہ کی حالت میں اپنا ردعمل ظاہر کرے۔ ایسی صورت حال میں انسان کے فیصلے اور اقدامات جذبات پر مبنی ہوتے ہیں جو درحقیقت اس کے لیے نقصان دہ ہو سکتے ہیں۔

عقل مند انسان وہ ہے، جو اپنے جذبات پر قابو رکھتا ہے اور غصہ یا انتقام سے کام لینے کے بجائے بردباری، صبر وتحمل سے کام لیتا ہے۔ غصّہ کی حالت میں ممکن ہے انسان سے ایسی غلطیاں سرزد ہوں، جن کی سزا اسے پوری عمر بھگتنا پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے غصہ کو پی جانے اور قصور کو معاف کرنے کے عمل کو پرہیزگاروں اور احسان کرنے والوں کی نشانیوں میں شمار فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (آل عمران۳: ۱۳۴)

اور غصے کو پی جانے والے ہیں اور لوگوں کی (خطاؤں سے) درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مؤثر گفتگو کے لیے جن باتوں سے بچنا ضروری ہے

مؤثر گفتگو کے لیے ضروری ہے کہ انسان درج ذیل باتوں سے بچے:

۱۔ مشکل اور نامناسب الفاظ کا استعمال

مؤثر گفتگو کے لیے مشکل اور نا مناسب الفاظ اور جملوں کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہئے۔ گفتگو کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ مشکل الفاظ استعمال نہ کیے جائیں۔ بعض اوقات کچھ لوگ محض دوسروں کو متاثر کرنے کے لیے، یا اپنا رعب قائم کرنے کے لیے اپنی گفتگو میں بہت مشکل الفاظ استعمال کرتے ہیں جو اکثر مخاطب کی سمجھ سے بالاتر ہوتے ہیں۔ اس سے منفی اثر ہوتا ہے اور سننے والے کی دلچسپی ختم ہو جاتی ہے اور گفتگو کا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ یہ کسی غلط فہمی یا تنازع کا باعث بن جائے۔

۲۔ جابرانہ طرز اظہار

جابرانہ انداز اختیار کرنے سے باہمی گفتگو میں تناؤ پیدا ہوتا ہے۔ اس سے سامعین میں خود بخود ایک مدافعتی رجحان پیدا ہو جاتا ہے جو کہ باہمی تعلقات کے لیے شدید نقصان دہ ہے۔ اگر کوئی اپنے ماتحتوں یا عام افراد کے ساتھ جابرانہ طریقے سے پیش آئے، تو ان میں نفرت یا عدم دلچسپی پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ یوں نفرت کا یہ دائرہ پھیلتا چلا جاتا ہے۔ دوسرے انسان کے لیے الفاظ اور انداز کا یہ زہر سماجی ہم آہنگی اور پرامن تعلقات کو متاثر کرتا ہے۔ اس سے قطع نظر کہ سننے والے کے سماجی، تعلیمی رتبے، مذہب، قبیلے ذات کی کیا حیثیت ہے ہمیں اپنے انداز گفتگو کا جائزہ لینا چاہیے کہ ہم کس لہجے میں اور کون سے الفاظ کے ذریعے ان سے گفتگو کرتے ہیں۔

۳۔ انا پرستی

انا پرستی وہ ہٹ دھرمی کا رویہ ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے غلط موقف پر ڈٹ جاتا ہے۔ ہٹ دھرمی کی وجہ سے اچھی گفتگو میں رکاوٹ آجاتی ہے۔ ہمارے منتخب کردہ الفاظ سے بھی انا پرستی کی جھلک مل جاتی ہے۔

۴۔ قول وفعل میں تضاد

قول وفعل میں تضاد سے مراد یہ ہے کہ انسان کہتا کچھ ہو کرتا کچھ اور ہو۔ یعنی جو دوسروں کے لیے کہہ رہا ہو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس پر خود عمل نہ کرے۔ اس سے دوسروں کی نظر میں ہمارا وقار جاتا رہتا ہے اور وہ ہم پر یقین کرنے کو تیار نہیں ہوں گے۔ جب ہم اپنے الفاظ کی پاسداری اپنے عمل سے کریں گے تو دوسروں کے ساتھ باہمی تعلقات کے راستے کھلتے چلے جائیں گے۔ قرآن مجید نے حکم دیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ (الصف ۶۱:۲-۳)

اے مومنو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو، جس پر تم (خود) عمل نہیں کرتے، اللہ کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ تم ایسی بات کہو جو خود کرتے نہیں ہو۔

۵۔ دوسروں پر اپنے نظریات مسلط کرنا

دوسروں پر اپنے نظریات جبری مسلط کرنے کی کوشش سے گفتگو غیر مؤثر ہو جاتی ہے۔ دوسروں کے نظریات کے بارے میں بسا اوقات ہم سنی سنائی باتوں کی بنیاد پر اپنی رائے مستحکم کر لیتے ہیں۔ دوسروں کے بارے میں انسان اپنے نظریات کے بارے میں جتنی زیادہ تحقیق کرے اتنا ہی اس کے لیے فائدہ مند ہے۔ بہتر ہوگا کہ ایک دوسرے کی مشترک باتوں پر زیادہ گفتگو کی جائے، جس سے تعاون کے کئی راستے کھلتے ہیں۔ ہمیں اپنی توانائیاں کسی کو جھٹلانے سے زیادہ غیر جانبدارانہ انداز میں حقائق کی تلاش میں صرف کرنی چاہئیں۔

۶۔ دوسروں کو کمتر سمجھنا

نسل و نسب، زبان و علاقہ، طاقت و اختیار یا معاشرتی رتبہ وحیثیت اچھائی یا برائی، برتری یا کم تری، بہتری یا بدتری کی بنیاد نہیں ہونی چاہیے۔ انسانی وقار کا لحاظ ہر صورت میں رکھنا چاہیے۔ رنگ و نسل، جسمانی معذوری وغیرہ کی بنیاد پر دوسروں کو کمتر سمجھنے سے گفتگو کا سارا عمل بے کار چلا جاتا ہے۔ جب تک گفتگو میں دوسرے کی ذات کو سچے دل سے قبول نہ کیا جائے، گفتگو کا عمل کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس سے کشمکش بڑھتی ہے اور برابری کی سطح برقرار نہیں رہتی۔

ہمیں گفتگو کے مقاصد کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیے اور ساتھ ساتھ نتائج اور اثرات کا بھی جائزہ لیتے رہنا چاہیے تا کہ یہ دیکھا جا سکے کہ گفتگو کے مقاصد حاصل ہو رہے ہیں یا نہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جب قریش مکہ نے مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا کیونکہ یہاں کا حاکم ''نجاشی'' ایک رحم دل مسیحی بادشاہ تھا۔نجاشی نے مسلمانوں کو پناہ دی تو قریش کی طرف سے ایک گروہ تحائف لے کر نجاشی کے پاس پہنچ گیا اور کہا کہ ان لوگوں (مسلمانوں) نے ایک ایسا دین اختیار کیا ہے جو ہمارے اور آپ کے مذہب کے خلاف ہے، ان کو ہمارے حوالے کیا جائے۔نجاشی نے ان مسلمان مہاجرین کو اپنے دربار میں بلایا اور ان سے پوچھا کہ وہ کون سا دین ہے جو بت پرستی اور مسیحیت کے خلاف ہے۔اس کے جواب میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:

''ہم لوگ جاہل تھے، بتوں کو پوجتے تھے، بدکاری کرتے تھے، اپنے سے کمزور کو نیچا دکھاتے تھے۔ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے ایک پیغمبر بھیجا جس کی صداقت، پاکبازی اور دیانت داری سے ہم سب واقف ہیں۔اس نے ہمیں خدائے واحد کی طرف بلایا اور بتوں کی پرستش سے منع کیا، سچ بولنے کی تلقین کی، امانت داری کی تعلیم دی۔ہم نے ان کی تعلیمات کو قبول کیا، جو ان (قریش) کے نزدیک ہمارا جرم ہے اور اس سبب ہمارے دشمن ہو گئے''۔

اس کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی چند آیات سنائیں جنہیں سن کر نجاشی بہت متاثر ہوا اور قریش کے آدمیوں کو نامراد واپس بھیج دیا۔دوسرے دن وہ پھر دربار پہنچے اور نجاشی سے کہا کہ ان لوگوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اپنا عقیدہ معلوم کریں۔نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے دوبارہ گفتگو کر کے جواب دیا کہ قرآن کی رُو سے وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور سورہ مریم کی تلاوت کی۔نجاشی یہ سن کر بے اختیار پکار اٹھا کہ ''بے شک تم درست کہتے ہو''۔ (مسند احمد، حدیث نمبر ۴۴۰۰)

اس مؤثر گفتگو کے بعد کفار قریش کا وفد نجاشی سے مایوس ہو کر واپس چلا گیا۔

ذخیرہ الفاظ	
نئے الفاظ اور اصطلاحات	معانی اور تشریحات
گھاؤ	زخم
اعراض	منہ پھیر لینا، توجہ نہ کرنا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مشق

۱) مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب دیجیے:

ا) گفتگو سے کیا مراد ہے اور انسانی زندگی میں اس کی کیا اہمیت ہے؟

ب) مؤثر گفتگو سے کیا مراد ہے؟ گفتگو کو مؤثر بنانے کے لیے کن باتوں سے بچنا ضروری ہے؟

ج) نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے مؤثر گفتگو کے کون سے آداب کا لحاظ رکھا؟

د) گفتگو میں انسانی جذبات کا کیا دخل ہے؟

۲) مندرجہ ذیل جملوں کو مکمل کیجیے:

ا) ______________ بھی خیالات و جذبات کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے۔

ب) حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو __________ کے سامنے نرمی سے گفتگو کرنے کا حکم دیا گیا۔

ج) اعلیٰ اخلاق اور حسن کلام سے متصف شخصیت کی ______________ کو ہر کوئی محسوس کرتا ہے۔

د) گفتگو کے دوران مناسب ______________ کا چناؤ گفتگو کو مؤثر بناتا ہے۔

۳) مندرجہ ذیل میں درست اور غلط جملوں کی نشان دہی کیجیے:

ا) گفتگو میں ہمیشہ جابرانہ طرز اظہار اختیار کرنا چاہیے۔

ب) دوسروں کو کسی صورت کمتر نہیں سمجھنا چاہیے۔

ج) دوسروں پر اپنے اعتقاد ٹھونسنے سے گفتگو مؤثر ہو جاتی ہے۔

د) مخاطب کی غلطی کا اسے براہ راست احساس نہیں دلانا چاہیے۔

ہ) دوسروں کو توجہ سے سننا گفتگو کو مؤثر بناتا ہے۔

عملی سرگرمی

☆ کلاس کو تین گروہوں میں تقسیم کیا جائے اور ہر گروہ کے تمام ارکان باہمی مشورہ سے پانچ بہترین آداب پر مشتمل ایک ایک چارٹ بنائیں۔ تینوں چارٹ کو جماعت کے کمرے میں کسی مناسب جگہ آویزاں کیا جائے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

گیارہواں باب

مکالمہ کی اہمیت اور اس کے اصول

مکالمہ

مکالمہ ابلاغ کا ایک خاص انداز ہے، جس میں مکالمہ کے فریقین ایک دوسرے کو اپنا نقطہ نظر شائستہ انداز اور دلائل کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کو توجہ سے سننے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے مکالمہ خیالات کا ایسا تبادلہ ہے جس میں باہمی احترام اور افہام و تفہیم کو یقینی بنایا جاتا ہے۔ ابلاغ کے اس انداز کو اپنا کر لوگ آپس میں تعلقات کو مضبوط کر سکتے ہیں اور معاشرتی زندگی کے مشترکہ معانی تلاش کر سکتے ہیں۔

مباحثہ

بحث و مباحثہ ابلاغ کا ایک ایسا انداز ہے، جس میں عام طور پر مباحثہ کے فریقین ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کرنے کے بجائے ایک دوسرے کو مرعوب کرنے والے دلائل پیش کرتے ہیں۔

مکالمہ اور مباحثہ میں فرق

مکالمہ اور مباحثہ افراد کے درمیان تبادلہ خیال کے دو مختلف انداز ہیں۔ ان دونوں انداز بیان کے درمیان کئی لحاظ سے فرق پایا جاتا ہے۔ بعض فرق مندرجہ ذیل ہیں:

۱) مکالمہ باہمی تعاون کے ساتھ ہوتا ہے اور دو یا دو سے زیادہ فریق مشترکہ افہام و تفہیم کے لیے ایک ساتھ کام کرتے ہیں، جبکہ بحث و مباحثہ میں دو یا دو سے زیادہ فریق آپس میں اختلاف کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ ایک دوسرے کو غلط ثابت کریں۔

۲) مکالمہ کے دوران ایک دوسرے کو اپنا مخالف تصور نہیں کیا جاتا جبکہ مباحثہ کے دوران عام طور پر دوسرے کو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اپنا مخالف تصور کیا جاتا ہے۔

۳) مکالمہ میں ایک دوسرے کی بات میں پختگی اور وزن دیکھنا ہوتا ہے، جبکہ مباحثہ میں عام طور پر کوشش کی جاتی ہے کہ دوسرے کی بات میں خامی، کمزور پہلو اور غلطی تلاش کی جائے۔

۴) مکالمہ ایسا رویہ پیدا کرتا ہے، جس میں اپنی رائے اور سوچ کے غلط ہونے کی صورت میں دوسرے کی درست رائے اور سوچ کو کھلے ذہن سے تسلیم کرنے اور اپنی رائے اور سوچ کو تبدیل کرنے کا امکان بھی ہوتا ہے، جبکہ مباحثہ اکثر صرف اپنے آپ کو صحیح ماننے کا رویہ پیدا کرتا ہے۔

۵) مکالمہ کے دوران فریقین شائستہ اور مہذب انداز میں بامعنی اور پختہ گفتگو کرتے ہیں، جبکہ مباحثہ کے فریقین شور مچانا شروع کر دیتے ہیں اور بامعنی بات نہیں کر پاتے۔

۶) مکالمہ میں موجودہ دلیل سے بہتر دلیل قائم ہونے کے امکان کو تسلیم کیا جاتا ہے، جبکہ مباحثہ میں اپنی دلیل کا بہترین حل کے طور پر دفاع کرنا اور دوسروں کے دلائل کو مسترد کرنا ہوتا ہے۔

۷) مکالمہ میں یہ فرض کیا جاتا ہے کہ صحیح جواب کئی حصوں میں ہوسکتا ہے جو ممکن ہے کئی لوگوں کے پاس ہو۔ مباحثہ میں یہ فرض کیا جاتا ہے کہ ایک ہی صحیح جواب ہوگا جو کسی ایک کے پاس ہے۔

۸) مکالمہ کے دوران فریقین کی جانب سے یہ مشترکہ پیغام دیا جاتا ہے کہ مسئلہ کا حل ''ہم دونوں'' کے پاس ہے، جبکہ مباحثہ کے دوران ہر فریق کی جانب سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہوتی ہے کہ مسئلے کا حل ''صرف میرے'' پاس ہے۔

۹) مکالمہ کا مقصد یہ ہے کہ مکالمہ کرنے والے فریقین میں کسی کی ہار نہ ہو بلکہ دونوں کی جیت ہو۔ جبکہ مباحثہ کے دوران یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ ''میں دُرست ہوں، تم غلط ہو''، یا پھر ''میں جیتا اور تم ہارے''۔

۱۰) مکالمہ میں قدرِ مشترک حاصل کرنا مقصد ہوتا ہے، جبکہ مباحثہ میں جیت آخری مقصد ہوتا ہے۔

۱۱) مکالمہ کے فریق اپنے موقف پر ہٹ دھرمی سے ڈٹے نہیں رہتے جبکہ بحث و مباحثہ کے دوران عام طور پر لوگ اپنے موقف پر ڈٹے رہتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۲) مکالمہ کا مقصد اپنے مقاصد اور ضروریات کو سامنے لانا ہے جبکہ مباحثہ میں انہیں دوسروں کی ضروریات اور مقاصد سے اہم قرار دینا ہوتا ہے۔

۱۳) مکالمہ میں ایک دوسرے کی بات سننے پر جبکہ مباحثہ میں بات کرنے پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔یعنی مکالمہ میں ایک دوسرے کو توجہ سے سنتے ہیں اور ایک دوسرے کو اپنے موقف کے اظہار کا بھرپور موقع دیا جاتا ہے، جبکہ مباحثہ میں ایک دوسرے کو توجہ سے سننے کے بجائے یہ کوشش ہوتی ہے کہ ایک فریق صرف اپنا موقف زور وشور سے پیش کرے۔

۱۴) مکالمہ کا نتیجہ حتمی نہیں ہوتا ہے، جبکہ مباحثہ کا نتیجہ حتمی سمجھا جاتا ہے۔

مؤثر مکالمہ کے اصول

کسی بھی مکالمہ میں درج ذیل اصولوں کی پاسداری کرنے سے ایک بہتر ماحول بنتا ہے جو مکالمے کو ایک مثبت نتیجہ کی طرف لے جا سکتا ہے۔

۱۔ **سنتے ہوئے اپنے مفروضوں کو معطل کیا جائے:** ہم یہ سمجھتے ہیں کہ دوسرے لوگ بھی وہ تجربہ رکھتے ہیں جو ہم رکھتے ہیں اور اس خیال کے ساتھ ہم ان کو سنتے ہیں۔ہمیں اپنے مفروضوں کو سمجھنا چاہئے۔اگر کوئی ہمارے مفروضوں کے مطابق بات نہیں کر رہا تو ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم صاف اور کھلے ذہن کے ساتھ اسے سنیں۔

۲۔ **جب بولتے ہیں تو صرف اپنا ذاتی اظہار خیال رکھا جائے:** جب ہم صرف اپنی بات کرتے ہیں تو ہم اپنی کی ہوئی بات کی ذمہ داری اٹھاتے ہیں۔اگر ہم عمومی انداز میں بات کریں تو ہمارے لیے یہ ذمہ داری اٹھانا مشکل ہے۔ ہمیں وہی بات کرنی چاہیے جس کی ہم ذمہ داری اٹھا سکتے ہوں۔صرف اپنی طرف سے بات کریں۔''ہم سب''، ''یقیناً''، ''ہر ایک ایسا کہتا ہے''، ''آپ کو تو معلوم ہے'' جیسے الفاظ استعمال نہ کریں کیونکہ یہ وہ کلمات ہیں جن کی براہ راست ذمہ داری بولنے والا نہیں اٹھاتا۔ان کلمات کے بجائے ''میں یہ سمجھتا ہوں''، ''میری رائے یہ ہے'' جیسے کلمات استعمال کریں اور ذمہ داری سے اپنی کہی ہوئی بات کو تسلیم کریں۔

۳۔ **پہلے سے نتیجہ اخذ کرنے سے گریز کیا جائے:** مکالمے کا مقصد یہ سمجھنا ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ اسی بات کو کس طرح سمجھ رہے ہیں۔اگر آپ دوسرے کو سننے سے پہلے ہی اس کے بارے میں سوچ کے بیٹھے ہوں تو پھر آپ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دوسرے کو سننے کے بجائے اپنے دماغ میں مکالمہ کر رہے ہوں گے۔ چنانچہ کسی کی بات سنے بغیر پہلے نتیجہ اخذ نہیں کر لینا چاہیے کہ اس طرح دوسروں کی بات درست طور پر نہیں سنی جا سکتی۔ سننے کے بعد نتیجہ اخذ کرنا بہترین حکمت عملی ہے۔

۴۔ **شریک مکالمہ کو ہم رتبہ سمجھا جائے:** ہر کوئی بات چیت میں برابر کا شریک ہوتا ہے اور اس میں کوئی بڑا چھوٹا نہیں ہوتا۔ بات چیت کے ذریعے بصیرت اور وضاحت حاصل کرنے کے لیے تمام لوگ ایک جیسے ہوتے ہیں۔

۵۔ **رازداری کا خیال رکھا جائے:** مجلس کے شرکاء کے نام، شناخت، کسی بھی کہانی یا خیال کو بیان کرتے ہوئے اس طرح ظاہر نہیں کرنے چاہئیں کہ ان کی غیبت شمار ہو۔ اپنے اظہار خیال کے لیے محفوظ اور بااعتماد فضا قائم کریں۔

۶۔ **سمجھنے کے لیے سنا جائے:** مکالمہ میں بولنے سے زیادہ سننے پر بہت زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ تاہم آپ پر لازم نہیں کہ جو کہا گیا اس کے ساتھ اتفاق کریں یا اس چیز پر یقین کریں۔ اصل چیز یہ ہے کہ دوسروں کی بات اچھی طرح سن کر پوری طرح سمجھی جائے تا کہ اپنی رائے قائم کرنے میں آسانی ہو۔

۷۔ **کھلے سوالات پوچھے جائیں:** ایسے سوالات پوچھیں جن کے جواب میں وضاحت ہو سکے تا کہ بات آسانی سے سمجھ میں آئے اور ہمیں معلوم ہو سکے کہ ہم نے کون سی رائے محض مفروضوں کی بناء پر قائم کی تھی۔

۸۔ **سوچ بچار کے لیے وقت نکالا جائے:** سوچ و بچار کے لیے وقت نکالیں اور جو کچھ کہنا ہے وہ سوچ سمجھ کر کہیے۔

۹۔ **ایک وقت میں ایک ہی شخص بات کرے:** ایک وقت میں ایک ہی شخص بات کرے اور ہر کسی کو بولنے کا موقع دینا یقینی بنائیے تا کہ مختلف خیالات سامنے آ جائیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ذخیرہ الفاظ	
نئے الفاظ اور اصطلاحات	معانی اور تشریحات
مرعوب کرنا	رعب ڈالنا، خوف زدہ کرنا، دوسرے کو اپنی طاقت اور بڑائی کا احساس دلانا
معطل کرنا	کام سے روک دینا
مفروضہ	افراد، چیزوں یا حالات کے بارے میں پہلے سے کی جانے والی ایسی بات جو ابھی ثابت نہ ہوئی ہو۔

مشق

۱) مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب دیجیے:

ا) مکالمہ اور مباحثہ سے کیا مراد ہے؟

مکالمہ اور مباحثہ میں کیا فرق ہے؟ مثالوں سے واضح کیجیے۔

ب) مکالمہ کے دوران اپنی رائے کے اظہار کی صورت میں کن الفاظ کا خیال رکھنا چاہیے؟

ج) پہلے سے نتیجہ اخذ کیے بغیر سننا مکالمہ کا اہم اصول ہے۔ مثالوں سے وضاحت کیجیے۔

د) مکالمہ کے اصول میں سے آپ کے نزدیک مؤثر تین اصول کون سے ہیں اور کیوں؟

۲) درج ذیل جملوں کو مکمل کیجیے:

ا) ____________ افہام و تفہیم پر مبنی ابلاغ کا ایک خاص انداز ہے۔

ب) مکالمہ کا مقصد ____________ ہے جس میں باہمی احترام اور افہام و تفہیم کو یقینی بنایا جائے۔

ج) یہ ثابت کرنا کہ ''میں درست ہوں، تم غلط'' ____________ کا مقصد ہوتا ہے۔

د) ____________ کے دوران فریقین میں قدرِ مشترک تلاش کرتے ہیں۔

ہ) ____________ کے دوران عام طور پر دوسرے کو اپنا مخالف تصور کیا جاتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۳) مندرجہ ذیل میں درست اور غلط جملوں کی نشان دہی کیجیے:

ا) مکالمہ کا مقصد اپنے مقاصد اور ضروریات کو دوسروں سے اہم قرار دینا ہوتا ہے۔

ب) ''میں درست تم غلط'' عام طور پر مباحثہ میں ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ج) فریقین کے مابین مشترکہ افہام وتفہیم مباحثہ کی خصوصیت ہے۔

د) مکالمہ افہام وتفہیم پیدا کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔

ہ) ہمیں دوسروں کو مکمل سننے سے پہلے ہی ان کے بارے میں اپنی رائے قائم کر لینی چاہیے۔

عملی سرگرمی

☆ کلاس کو دو برابر گروپ (گروپ الف اور گروپ ب) میں تقسیم کیجیے اور ہر گروپ کو دو مزید ذیلی گروپ (الف ایک اور گروپ الف دو) میں تقسیم کیا جائے اور ان کو ایک آگے نمونے کے لیے دی گئی شیٹ کی طرح ورک شیٹ دیجیے۔ جب چاروں گروپ اپنی اپنی ورک شیٹ پُر کر لیجیے تو مکالمے کے دونوں گروپوں کو اکھٹا کر کے آپس میں اپنی اپنی جزئیات پر گفتگو کرنے کا کہہ دیجیے۔ گروپ ایک چارٹ پر مشترکہ نکات پیش کرے گا۔ اسی طرح مباحثے کے دونوں گروپوں کو اکھٹا کر کے آپس میں اپنی اپنی جزئیات پر گفتگو کرنے کا کہہ دیجیے، اور مشترکہ نکات پر مبنی ایک چارٹ بنانے کے لیے کہہ دیجیے۔ مکالمے کے دونوں گروپوں میں سے کسی ایک سے کہیں کہ وہ تیار کردہ چارٹ پیش کرے اور اسی طرح مباحثے کے دونوں گرپوں میں سے کسی ایک سے کہہ دیجیے کہ وہ تیار کردہ چارٹ پیش کرے۔ اس کے بعد دونوں گروپوں کے سامنے مشترکہ نکات اور نتائج پر بات کیجیے۔

ہدایات: شرکاء کو چار گروپوں میں تقسیم کیا جائے۔ دو گروپوں کو مکالمہ کے بارے میں مواد پر مبنی جائزہ نمبر ا دیجیے تا کہ وہ اس کے سامنے اپنی رائے اور سمجھ کے مطابق مباحثہ کے خالی کالم کو پُر کریں۔ اسی طرح دو گروپوں کو مباحثہ کے بارے میں مواد پر مبنی جائزہ نمبر ۲ دیں تا کہ وہ اس کے تقابل میں اپنی سمجھ کے مطابق مکالمہ کے خالی کالم کو پُر کریں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جائزہ نمبر۔ا

مکالمہ	مباحثہ
مکالمہ میں خود کو اور دوسروں کو سمجھنا ہوتا ہے۔	
میں کھلے ذہن اور صبر کے ساتھ سمجھنے کی نیت سے سنتا ہوں۔	
میں سیکھنے کے لیے سنتا ہوں تا کہ میرے علم میں پختگی آجائے اور کسی کی بات کی تصدیق کر سکوں اور دوسروں کے نقطہ نظر کو بھی سمجھ سکوں۔	
میں اپنے تجربات اور اپنی سوچ کے مطابق بولتا ہوں اور اپنے مفروضات کی جانچ پڑتال کرتا ہوں۔	
میں سمجھنے کے لیے سوالات کرتا ہوں اور عارضی طور پر اپنے خیالات کو معطل کرتا ہوں۔	
میں دوسروں کو بات مکمل کرنے کا موقع دیتا ہوں۔	
میں دوسروں کے الفاظ، احساسات، حرکات وسکنات اور دوسرے مواصلاتی طریقوں پر توجہ دیتا ہوں۔	
میں دوسروں کے تجربات کا ان کے لیے درست اور مناسب سمجھتے ہوئے احترام کرتا ہوں اور مزید سمجھ بوجھ کے لیے دوسروں کے ساتھ کام کرنا چاہتا ہوں۔	
میں اپنے اور دوسروں کے جذبات کا اظہار کرنے کا احترام کرتا ہوں۔	
میں خاموشی سے بات سننے والے کی عزت کرتا ہوں۔	
میں بات چیت کو چلانے کے لیے مختلف طریقوں کا متلاشی ہوتا ہوں چاہے کوئی تنازع کیوں نہ ہو۔	

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جائزہ نمبر۔۲

مباحثہ	مکالمہ
مباحثہ میں مخالف کی پوزیشن کے خلاف کامیاب دلیل دینا ہوتی ہے۔	
میں اس نیت کے ساتھ سنتا ہوں تا کہ اس کے خلاف میں دلیل دے سکوں اور میں کسی بھی نئی بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔	
میں اس لیے سنتا ہوں تا کہ کسی کی کمزوری کو معلوم کر کے اس کی بات کو رد کر سکوں۔	
میں دوسروں کے تجربات اور محرکات کے بارے میں اپنے مفروضات کی بناء پر بات کرتا ہوں اور اپنے آپ کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔	
میں ابہام پیدا کرنے اور بات چیت میں غلبہ حاصل کرنے کے لیے سوال پوچھتا ہوں میں وہ طریقے تلاش کرتا ہوں جس کے ذریعے میں اپنی بات صحیح ثابت کروں یا جیت جاؤں۔	
میں بات چیت میں مداخلت کرتا ہوں یا موضوع بدل دیتا ہوں۔	
میں اس پوائنٹ پر توجہ دیتا ہوں جو مجھے اس کے بعد بتانا ہوتا ہے۔	
میں دوسروں کے تجربات کو تحریف شدہ، نامناسب اور غلط مان کر تنقید کرتا ہوں۔	
میں جذبات کے اظہار کو جوڑ توڑ اور ناجائز تصور کر کے بداعتمادی کا اظہار کرتا ہوں۔	
میں خاموشی میں بے چین ہوتا ہوں یا اسے کسی فائدے کے لیے استعمال کرتا ہوں۔	
جب میں مطمئن نہ ہوں تو میں بات چیت ختم کرنے کے لیے مختلف طریقے استعمال کرتا ہوں۔	

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بارہواں باب

حقوق العباد کی ادائیگی-امن کی ضمانت

اسلام میں حقوق العباد کا تصور

انسانوں پر عائد اللہ تعالیٰ کے حقوق کو''حقوق اللہ''اور انسانوں کے حقوق کو''حقوق العباد'' کہا جاتا ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تقسیم صرف حقوق کے درجات کو سمجھانے کے لیے ہے، ورنہ حقوق العباد بھی درحقیقت حقوق اللہ ہی ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی ہمیں ان کا حکم فرمایا ہے۔

''حقوق العباد'' کا اسلامی تصور''انسانی حقوق'' سے زیادہ جامع ہے کیونکہ اس کے تحت کچھ حقوق بحیثیت انسان ہر شخص کو حاصل ہیں، جن میں رنگ، نسل، مذہب وغیرہ کی تفریق نہیں، جیسے جان و مال، عزت وآبرو کا تحفظ اور اسلامی ریاست میں سب کے لیے انصاف کی یکساں فراہمی وغیرہ۔ بعض حقوق، انسانی رشتوں کے حوالے سے قائم ہوتے ہیں، جیسے والدین اور اولاد یا رشتہ داروں کے مابین حقوق وفرائض، اسی طرح بعض حقوق کسی خاص تعلق کی نسبت سے قائم ہوتے ہیں، جیسے استاذ اور شاگرد کے درمیان حقوق، مختلف سطح کے پڑوسیوں کے درمیان حقوق اور محض انسانی رشتے کے حوالے سے بھی حقوق عائد ہوتے ہیں۔

اسلام میں حقوق اللہ کی طرح حقوق العباد کی ادائیگی کو فرض قرار دیا گیا ہے۔ کسی انسان پر عائد دوسرے انسان کے حقوق کی معافی اللہ تعالیٰ بھی اُس وقت تک نہیں دیتا، جب تک وہ بندہ جس کا حق ہے، وہ معاف نہ کر دے۔ حقوق العباد مخلوق کا نہیں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا تحفہ ہیں۔ یہ انسان کے پیدائشی حقوق ہیں، جنہیں نہ کوئی چھین سکتا ہے اور نہ ہی کوئی کسی وجہ سے انہیں معطل یا منسوخ کر سکتا ہے۔ بحیثیت انسان مسلمانوں اور غیر مسلموں کے حقوق مساوی ہیں۔ بھوکے کو خوراک ملنی چاہیے۔ تنگ دست کو پناہ ملنی چاہیے۔ بیمار کا علاج ہونا چاہیے۔ یہاں پر کسی کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مسلمان یا غیر مسلم ہونے کا سوال نہیں بلکہ انسان ہونے کا ہے۔

خطبہء حجۃ الوَ داع حقوق العباد کا اہم دستور

حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۹ ذی الحجہ ۱۰ ہجری کو عرفات کے میدان میں جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں نہایت جامعیت کے ساتھ ان حقوق کا خلاصہ پیش کر دیا گیا ہے، جو بلا کسی تفریق سب انسانوں کو حاصل ہیں۔ یہ خطبہ انسانی تعلیمات کا نچوڑ ہے اور حقوق العباد، مساوات اور عدل وانصاف کے زریں اصولوں کے بارے میں اہم ترین دستاویز ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع کے چند اہم نکات درج ذیل ہیں:

☆ اے لوگو! تم سب کا رب ایک ہے اور تم سب کا باپ (آدم) ایک ہے، اور آدم مٹی سے بنے تھے۔

☆ سن لو! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر برتری ہے، نہ کسی سرخ کو سیاہ پر اور نہ سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت ہے، مگر (فضیلت حاصل ہے تو) تقویٰ کے سبب سے۔

☆ لوگو! تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں۔

☆ دیکھو عنقریب تمہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال فرمائے گا۔

☆ خبردار میرے بعد گمراہ نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹتے رہو۔

☆ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

☆ لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔ عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کو اچھی طرح کھلاؤ، اچھی طرح پہناؤ۔

☆ تمہارے غلام تمہارے ہیں جو خود کھاؤ ان کو کھلاؤ اور جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ۔

☆ اللہ تعالیٰ نے وراثت میں ہر حقدار کو اس کا حق دیا ہے۔

☆ اگر کٹی ہوئی ناک والا کوئی حبشی بھی تمہارا امیر ہو اور وہ تم کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق لے چلے تو اس کی اطاعت اور فرماں برداری کرو۔

☆ مجرم اپنے جرم کا خود ذمہ دار ہے۔ باپ کے جرم کا بیٹا ذمہ دار نہیں اور بیٹے کے جرم کا باپ ذمہ دار نہیں۔

حقوق العباد کے تحفظ اور ادائیگی کو یقینی بنانے سے معاشرے میں موجود تمام لوگوں کو اپنی اپنی صلاحیت کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مطابق بہتر سے بہتر زندگی گزارنے کا موقع ملتا ہے۔معاشرے میں امن اور خوشحالی اسی صورت ممکن ہے جب تمام لوگ اپنے حقوق کو حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو پوری طرح ادا کریں۔اگر صرف اپنے حقوق کی بات کی جائے اور دوسروں کے اپنے ذمے حقوق کو ادا نہ کیا جائے تو معاشرے میں اعتدال اور توازن قائم رکھنا مشکل ہے۔

اسلام میں حقوق العباد کے اصول

اسلام اس بات پر زور دیتا ہے کہ حقوق العباد کی ادائیگی کا حکم صرف کتابوں میں بیان کی حد تک نہ ہو بلکہ معاشرے میں عملی طور پر دکھائی دے۔اسلام ہر مسلمان سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ حقوق العباد کی اہمیت کو تسلیم کرے، ان کی ادائیگی کو یقینی بنائے اور اپنی زندگیوں پر نافذ کرے۔ذیل میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کچھ اصول بیان کیے جا رہے ہیں، جو عمومی لحاظ سے حقوق العباد کے تحفظ کی بنیاد بنتے ہیں:

(ا) انسانی مساوات

اسلام میں مساوات کا تصور یہ ہے کہ رنگ، نسل ونسب، قامت و جسامت اور ایسے امور کی بناء پر کسی شخص سے امتیازی سلوک نہیں برتا جائے گا جو قدرت کی طرف سے انسان کے لیے مقدر ہوئے ہیں اور ان میں انسان کے کسی اختیار کا دخل نہیں ہے۔اسی لیے قرآن مجید نے قبیلے اور خاندان کو تعریف وتفاخر کا ذریعہ بنانے سے منع کیا اور اسے صرف تعارف اور پہچان کی حد تک رکھا ہے۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک فضیلت کا مدار ایمان اور تقویٰ پر ہے۔سماجی زندگی میں مساوات سے مراد یہ ہے کہ سب کو تعلیم اور ترقی کے یکساں مواقع ملنے چاہئیں، کسی کی غربت یا پس منظر کو اس کی ترقی میں حائل نہیں ہونا چاہیے۔اسی طرح اسلامی ریاست میں مسلم اور غیر مسلم شہری کو جان و مال اور آبرو کا یکساں تحفظ حاصل ہے۔باقی شکل وصورت، قامت و جسامت، رنگ ونسل اور ذہانت وقابلیت میں تفاوت اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تنوع ہے اور جبراً تمام انسانوں کو یکساں نہیں بنایا جا سکتا۔انسانی مساوات کے بارے میں قرآن وسنت نے ہماری یوں ہدایت فرمائی ہے :

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى (الحجرات ۴۹ : ۱۳)
لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حوا) سے پیدا کیا۔

مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا (المائده ۶ : ۳۲)
جس نے کسی شخص کو قصاص یا زمین میں فساد برپا کرنے (کے جرم) کے بغیر قتل کیا، تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس نے ایک (بے قصور) انسان کی جان بچائی، تو گویا اس نے سارے انسانوں کی جان بچائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلنَّاسُ كُلُّهُمْ بَنُو آدَمَ (سنن الترمذی: ۳۹۵۵)
تمام انسان آدم کی اولاد ہیں۔

اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عَيَالِهِ (المعجم الأوسط: ۵۵۴۱)
ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کا پروردہ ہے سو، اللہ کو اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ پسندیدہ آدمی وہ ہے جو، اس کے عیال (یعنی خلق خدا) کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

قانون کے سامنے برابری معاشرتی مساوات کی بنیاد ہے۔ اس لیے اسلام ہر ایک کے مساوی حقوق پر زور دیتے ہوئے امتیازی سلوک اور تعصب سے منع کرتا ہے۔ حقوق العباد کے اسلامی تصور کے مطابق کوئی بادشاہ ہو یا گدا گر قانون کی نظر میں سب برابر ہیں۔

(ب) عالمگیر احترامِ آدمیت

اسلام کے مطابق، انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق، انسان کو زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اس عزت و شرف کا احترام کرنا ہر ایک کا دینی فریضہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (الاسراء ۱۷ : ۷۰)
اور بے شک ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اگر انسانی وقار کا لحاظ رکھا جائے تو حقوق العباد کی ادائیگی جیسا اہم فریضہ ادا کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

(ج) زندگی کا تقدس

انسانی جان اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا شاہکار ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے زندگی اور انسانی جان کو مقدس قرار دیا ہے۔ چنانچہ انسان کو یہ اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ اپنی جان کو بھی نقصان پہنچائے۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا (المائدہ ۵:۳۲)

جس نے ایک انسان کی جان بچائی، گویا اُس نے تمام انسانوں کی جان بچائی۔

وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ (الاسرآء ۱۷:۳۳)

اور جس جان کا مارنا اللہ نے حرام کیا ہے، تم اسے قتل نہ کرو، سوائے اس کے کہ (اس کا قتل کرنا شریعت کے مطابق) حق ہو۔

ایک شخص کی زندگی عظیم ترین کائناتی مقصد کے حصول کا اہم ترین حصہ ہے۔ اس لیے ایک شخص جو کچھ کرتا ہے اُس کا عمل خاص اہمیت کا حامل ہے۔ انسانی جان ہی نہیں، انسانی زندگی کے لیے لازم وسائل (پانی، فصلیں، درخت وغیرہ) تباہ یا آلودہ کرنے سے بھی منع فرمایا گیا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام میں فوجیں روانہ کرتے وقت ان کے امیر کو یہ دس ہدایات دیں:

إِنِّىْ مُوْصِيْكَ بِعَشْرٍ: لَا تَقْتُلَنَّ اِمْرَءَةً وَلَا صَبِيًّا، وَلَا كَبِيراً هَرِماً، وَلَاتَقْطَعَنَّ شَجَراً مُثْمِراً، وَلَا تُخَرِّبَنَّ عَامِراً، وَلَا تَعْقِرنَّ شَاةً، وَلَا بَعِيراً، إِلَّا لِمَأْكَلَةٍ، وَلَا تُغْرِقنَّ نَخلًا وَلَا تُحرِقَنَّهُ، وَلَاتَغْلُلْ وَلَا تَجْبُنْ (موطا امام مالک، حدیث نمبر ۹۱۸)

میں تمہیں دس چیزوں کی وصیت کرتا ہوں: کسی عورت، کسی بچے اور کسی بوڑھے شخص کو قتل نہ کرنا، پھلدار درخت کو مت کاٹنا، آبادی کو مت اُجاڑنا، بکری یا اونٹ کو خوراک کی ضرورت کے علاوہ نہ مارنا، کھجور کے درخت کو مت اُجاڑنا اور نہ ہی اُسے جلانا، خیانت مت کرنا اور بزدلی مت دکھانا۔

اسلام جنگ کے دوران بھی بےقصور لوگوں کے ساتھ انسانی برتاؤ کی شرط لگا کر بےمُہار اور ننگی طاقت کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

استعمال سے روکتا ہے۔ اسلام میں کسی بھی انسان کی لاش کو مثلہ (صورت بگاڑنا) کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

(د) آزادی اظہار

آزادیٔ اظہار کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو متعلقہ اُمور پر اظہار رائے کی آزادی حاصل ہے۔ رائے انسان کی فکر کا نتیجہ ہے۔ اسلام نے انسان کو کائنات، انسانوں اور زندگی کے امور کے بارے میں بار بار غور وفکر کرنے کی تاکید کی ہے۔ غور وفکر پر مبنی آزادی اظہار سے ایک طرف معاشرہ کے مسائل کو سامنے لایا جا سکتا ہے اور دوسری طرف تعلیم، تحقیق، ترقی اور خوشحالی کے نئے امکانات سامنے آتے ہیں۔

اسلام انسان کو آزادیٔ فکر و اظہار کی ضمانت دیتا ہے بشرطیکہ اُس کا مقصد صرف فساد پھیلانا، دُوسرے انسانوں کا نقصان پہنچانا یا ان کی تحقیر کرنا نہ ہو۔ اسلامی تاریخ میں ہمیں کئی ایسی مثالیں ملتی ہیں جب خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے عام شہریوں کو تنقید کرنے کی کھلی آزادی دی۔

(ہ) پُر امن بقائے باہمی

یہ اسلامی اصول زمین پر مختلف نسلوں، رنگوں، نظریات اور مذاہب و مسالک کے لوگوں کی موجودگی اور بقاء کی ضمانت دیتے ہوئے پُر امن بقائے باہمی کو یقینی بناتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد مسلمانوں اور یہودیوں کے مابین ایک معاہدہ مرتب فرمایا جو میثاق مدینہ کے نام سے موسوم ہے۔ یہ معاہدہ پُر امن بقائے باہمی کے لیے ایک عملی نمونہ ہے۔

(و) توازن اور میانہ روی

جس طرح کائنات کے پورے نظام میں ایک توازن ہے، اسلامی تعلیمات انسان اور معاشرے میں بھی اُسی طرح کا توازن قائم کرنا چاہتی ہیں۔ یہ توازن اپنے حقوق حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کے حقوق ادا کرنے سے قائم ہوسکتا ہے۔ اسلام مسلمانوں کو توازن اور میانہ روی برقرار رکھنے کا درس دیتا ہے۔

اسلام انسانوں کو انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر متوازن زندگی گزارنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام سماجی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

طاقتوں میں بھی توازن پیدا کرنا چاہتا ہے تاکہ معاشرے کا ہر فرد خواہ اس کا تعلق کسی بھی نسلی، مذہبی یا لسانی گروہ سے کیوں نہ ہو عزت اور احترام کے ساتھ زندگی گزار سکے۔اسی بنا پر اسلام امیر لوگوں سے نہ صرف سادہ زندگی کی توقع کرتا ہے بلکہ ایسا انتظام کرتا ہے کہ وہ صدقات وعطیات کے ذریعے غریب اور نادار لوگوں کی ترقی کے لیے کام کریں اور جس قدر ہو سکے غریب اور امیر کے درمیان فرق کو کم کریں۔

حقوق العباد کی مختلف صورتیں

حقوق العباد کا تصور بہت وسیع ہے اور انسانی معاشرے کے تمام پہلوؤں اور جہات کا احاطہ کرتا ہے۔ذیل میں انسانی زندگی کے کچھ اہم پہلوؤں کا ذکر کیا جا رہا ہے،جن میں اسلام نے حقوق العباد کے تحفظ کا حکم دیا ہے۔

(۱) سماجی حقوق

بحیثیت انسان معاشرے کے ہر شخص کا حق ہے، کہ اس کے سماجی وقار،عزت وساکھ کا تحفظ کیا جائے۔اُس کا حق ہے کہ معاشرے میں دیگر لوگوں کے ساتھ مثبت تعلقات کو فروغ دے۔معاشرے میں ہر ایک کی ذمہ داری ہے، کہ وہ اپنی اور دوسرے شہریوں کی باعزت،آسودہ حال، پُر امن اور متوازن زندگی کو یقینی بنانے کے لیے آسانیاں پیدا کرے، ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردری سے پیش آئے اور مشکلات میں ایک دوسرے کے لیے سہارا بنے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو آزاد پیدا فرمایا ہے لہٰذا اس کا حق ہے کہ وہ دنیا میں کسی دوسرے انسان کی غلامی نہیں کرے گا، اسے جبر،خوف یا لالچ کے ذریعے کسی ایسے کام پر مجبور نہ کیا جائے جو انسان کی شان ووقار کے خلاف ہو۔

(۲) معاشی حقوق

اسلام معاشرے میں محنت اور صلاحیت کے مطابق دولت اور وسائل کی منصفانہ تقسیم پر زور دیتا ہے۔تمام افراد کو بلاتفریق یکساں معاشی مواقع (ملکیت،خرید وفروخت، سرمایہ کاری وغیرہ) فراہم کرنا اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے۔

اسلام حکم دیتا ہے کہ زکوٰۃ،صدقات وخیرات اور عطیات سے حاصل ہونے والی رقم کو غریب،معذور اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مفلس طبقات پر اور فلاح عامہ کے کاموں پر خرچ کیا جائے۔ زکوٰۃ کے علاوہ صدقہ وعطیات رضا کارانہ خیرات ہے۔ صدقہ مالی امداد، عوامی خدمت یا پھر مُسکراہٹ اور رحم دلی کے عمل کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے۔

(۳) تعلیم کا حق

اسلام سب کے لیے مساوی تعلیمی مواقع کی ضمانت دیتا ہے اور علم کے متلاشیوں میں تحریک پیدا کرتا ہے کہ وہ علم کے حصول کے لیے دُور دَراز کے سفر سے بھی نہ گھبرائیں۔ اسلام ایک طرف ہر مسلمان پر علم کا حصول فرض قرار دیتا ہے اور دوسری طرف گود سے گور تک تعلیم کے مسلسل حصول کا حکم دیتا ہے۔ علم وحکمت کو مؤمن کی میراث قرار دے کر جہاں سے ملے اُسے حاصل کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

قرآن مجید ہمیں بہت زیادہ غور وفکر کرنے کا حکم دیتا ہے کیونکہ غور وفکر سے نئی نئی راہیں کھل جاتی ہیں جس کے نتیجے میں ہمہ جہت انسانی ترقی کا عمل شروع ہوتا ہے۔ ہر انسان کا حق ہے کہ وہ انسانی ترقی کے سفر میں شامل ہو اور اپنے علم، ہنر، مہارت، صلاحیت اور تجربہ کے ذریعے اس میں اپنا کردار ادا کرے۔

اسلام میں تعلیم وتدریس کے عمل کو نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اہل علم وہنر کی ذمہ داری قرار دی گئی ہے، کہ وہ اپنے علم وہنر کو آگے پہنچائیں اور اس میں بخل سے کام نہ لیں۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ تعلیم کے معیاری اور یکساں نظام کے ذریعے تمام شہریوں کو تعلیمی مواقع فراہم کرے۔

(۴) قانونی حقوق

اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر شخص کو انصاف کے اصولوں کے تحت قانونی تحفظ حاصل ہے، چنانچہ ہر انسان کو یہ حق ہے، کہ اس کا دعویٰ اور موقف سنا جائے اور اس کو اپنے خلاف کسی بھی الزام سے متعلق دلیل، وکیل اور اپیل کا حق دیا جائے۔ کسی بھی انسان کو کسی ناکردہ جرم کی سزا نہیں دی جاسکتی۔ اس کو مخصوص جرم پر مقررہ سزا کے علاوہ یا سزا کی مقررہ حد سے زیادہ سزا نہیں دی جاسکتی۔ یہ حقوق قانون کی کتب میں تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۵) مذہبی حقوق

اسلام اس بات کا قائل نہیں ہے کہ لوگوں کو جبراً اسلام میں داخل کیا جائے، البتہ اسلام یہ قرار دیتا ہے کہ جو برضا و رغبت اور کسی جبر کے بغیر اسلام قبول کرے، اسے اسلام کا پابند بنایا جائے، درج ذیل ارشاد باری تعالیٰ کا یہی مقصد ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ ۲:۲۵٦)
دین میں جبر نہیں ہے۔

مذکورہ آیت کی روشنی میں علماء کرام نے وضاحت کی ہے کہ کسی کو دین قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ اسلام میں مختلف مذاہب سے وابستہ لوگوں کی عبادت گاہوں کو گرانے یا انہیں نقصان پہنچانے سے منع کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّصَلَوَاتٌ وَ مَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا (الحج ۲۲ : ۴۰)
اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے روکے نہ رکھتا تو راہبوں کی کوٹھریوں، گرجوں، عبادت گاہوں اور مساجد کو جن میں کثرت سے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے منہدم کر دیا جاتا۔

مختلف مذاہب سے وابستہ لوگوں کے درمیان معاشرتی معاملات میں اگر باہمی تعاون کا لحاظ رکھا جائے تو مذہبی تنازعات کے پھوٹ پڑنے کے امکانات کم ہو جاتے ہیں جس سے معاشرے میں امن، خوشحالی اور ترقی کو فروغ ملتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ذخیرہ الفاظ	
نئے الفاظ اور اصطلاحات	معانی اور تشریحات
مفلس	نادار، تنگ دست
فلاح عامہ	عوام الناس کے فائدے کی چیزیں
متلاشی	تلاش کرنے والا

مشق

۱) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجیے:

ا) حقوق العباد سے کیا مراد ہے؟ نیز حقوق العباد کے اسلامی اصول کون سے ہیں؟

ب) مذہبی حقوق سے متعلق قرآن وسنت میں کیا ہدایات دی گئی ہیں؟

ج) خطبہ حجۃ الوداع کی روشنی میں حقوق العباد کی اہمیت بیان کیجیے۔

د) اسلام نے انسانوں کے کون کون سے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی ہے؟

ہ) انسانی جان کے تحفظ کے لیے اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟ بیان کیجیے۔

۲) مندرجہ ذیل میں سے صحیح اور غلط جملوں کی نشاندہی کیجیے:

ا) قرآنی تعلیمات کے مطابق ایک انسان کا ناحق قتل پوری انسانیت کا قتل ہے۔

ب) احترام آدمیت کا لحاظ رکھنا حقوق العباد کے تحفظ کا ضامن نہیں۔

ج) اسلام ہمیں رنگ، نسل، جنس، سیاسی وابستگی اور سماجی حیثیت کی بنیاد پر انسانوں کے درمیان تفریق کرنے سے روکتا ہے۔

د) انسان ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی نظر میں تمام انسان برابر ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہ) اسلام تمام انسانوں کو تعلیم کا حق دیتا ہے۔

۳) مندرجہ ذیل جملوں کو مکمل کیجیے:

ا) قرآن مجید کی روشنی میں ایک انسان کا ناحق قتل ____________ کے قتل کے مترادف ہے۔

ب) حقوق العباد کے تصور میں ____________ کا اصول کارفرما ہے۔

ج) خطبہ حجۃ الوداع کی روشنی میں باپ کے ____________ کا ذمہ دار بیٹا نہیں۔

د) کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر ____________ حاصل نہیں مگر تقویٰ کے سبب

ہ) جس نے ایک انسان کی جان بچائی اس نے گویا ____________ کی جان بچائی۔

عملی سرگرمی

☆ ایک چارٹ بنا دیجیے جس میں یہ بتائیں کہ اسلام میں انسانوں کے کن حقوق کا تحفظ فراہم کیا گیا ہے؟ اس چارٹ کو کمرہ جماعت میں نمایاں جگہ آویزاں کیجیے۔

☆ کلاس کے طلبہ کو چار گروہوں میں تقسیم کیجیے اور باہمی مکالمہ کیجیے: موضوع: ''پاکستان میں حقوق العباد''

گروپ ''الف'': حقوق العباد کی پامالی کی صورتیں کیا ہیں؟

گروپ ''ب'': حقوق العباد کی پامالی کے اسباب کیا ہیں؟

گروپ ''ج'': حقوق العباد کی پامالی کے اثرات کیا ہیں؟

گروپ ''د'': حقوق العباد کی پامالی کو مختلف سطح پر کیسے روکا جائے؟ مثالوں کے ذریعے اُن تعمیری اور مثبت رویوں کی نشاندہی کریں جو ہم حقوق العباد کی پامالی کو روکنے کے لیے انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنا سکتے ہیں؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تیرھواں باب

آئین پاکستان میں بیان کیے گئے بنیادی حقوق

انسان کے بنیادی حقوق کی اہمیت کے پیشِ نظر مختلف ممالک نے اپنے اپنے آئین میں انھیں جگہ دی ہے۔ ان بنیادی حقوق کو ملک کی اعلیٰ عدالتوں کے ذریعے سے نافذ کیا جاتا ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین (دستور) کے حصہ دوم زیرِعنوان ''بنیادی حقوق اور حکمت عملی کے اصول'' میں اُن تمام حقوق کا تذکرہ کیا گیا ہے، جو پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں حاصل ہیں۔ یہ بنیادی حقوق اس قدر اہم ہیں کہ آئین پاکستان کی رُو سے ان کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جا سکتا۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں بیان کیے گئے حقوق میں سے چند اہم ذیل میں بیان کیے جا رہے ہیں:

۱۔ **زندگی اور آزادی کا تحفظ:** اس سلسلے میں بیان کیا گیا ہے:

کسی شخص کو زندگی یا آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا سوائے اس کے جبکہ قانون اس کی اجازت دے۔

۲۔ **انسانی شرف و وقار اور نجی زندگی کا احترام:** ہر پاکستانی عزت واحترام کا مستحق ہے۔ یہ اس کا قانونی حق ہے کہ وہ اپنی زندگی اپنی مرضی کے مطابق بسر کرے اور اس کی نجی زندگی میں کسی نوعیت کی مداخلت نہ ہو۔ ہر شخص کی عزت و وقار کا لحاظ رکھا جائے اور اس کی ذاتی اور گھریلو زندگی کا قانون کی حدود میں رہتے ہوئے تحفظ کیا جائے۔ کسی بھی فرد سے کوئی ایسا کام نہ لیا جائے جو انسانی وقار کے خلاف ہو۔ شرف انسانی اور گھر کی خلوت قابلِ حرمت ہوگی۔

۳۔ **غلامی، جبری مشقت، انسانوں کی خرید وفروخت وغیرہ کی ممانعت** اس سلسلے میں بیان کیا گیا ہے:

''غلامی معدوم اور ممنوع ہے۔ اور کوئی قانون کسی بھی صورت میں اسے پاکستان میں رواج دینے کی اجازت نہیں دے گا یا سہولت بہم نہیں پہنچائے گا''۔

''جبری مشقّت کی تمام صورتوں اور انسانوں کی خرید وفروخت کو ممنوع قرار دیا جاتا ہے''۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۴۔ **قانونی تحفظ:** اس سلسلے میں بیان کیا گیا ہے:

''پاکستان کا ہر شہری اپنے شہری حقوق اور ذمہ داریوں کے تعین یا اس کے خلاف کسی بھی الزامِ جرم میں منصفانہ سماعت اور جائز عمل کا مستحق ہوگا۔''

''کوئی قانون کسی شخص کو (الف) کسی ایسے کام کے لیے جس کے سرزد ہوتے وقت وہ کسی قانون کے تحت قابل سزا نہ تھا، سزا دینے کی اجازت نہیں دے گا۔ یا (ب) کسی جرم کے لیے ایسی سزا دینے کی جو اس جرم کے ارتکاب کے وقت کسی قانون کی رو سے اس کے لیے مقررہ سزا سے زیادہ سخت یا اس سے مختلف ہو، اجازت نہیں دے گا۔''

''کسی شخص: (الف) پر ایک ہی جرم کی بنا پر ایک بار سے زیادہ نہ تو مقدمہ چلایا جائے گا اور نہ سزا دی جائے گی یا (ب) جب تک اس پر جرم کا الزام ہو، اس بات پر مجبور نہیں کیا جائے گا کہ وہ اپنے ہی خلاف گواہ بنے۔''

''کسی شخص کو شہادت (گواہی) حاصل کرنے کی غرض سے اذیت نہیں دی جائے گی''۔

''تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور قانونی تحفظ کے مساوی حقدار ہیں''۔

(۲) ''جنس کی بنیاد پر کوئی امتیاز نہیں کیا جائے گا''

۶۔ **نقل و حرکت کی آزادی:** اس سلسلے میں بیان کیا گیا ہے:

''ہر شہری کو پاکستان میں رہنے اور مفادِ عامہ کے پیشِ نظر قانون کے ذریعہ عائد کردہ معقول پابندی کے تابع، پاکستان میں داخل ہونے اور اس کے ہر حصے میں آزادنہ نقل و حرکت کرنے اور اس کے کسی حصے میں سکونت اختیار کرنے اور آباد ہونے کا حق ہوگا''۔

۷۔ **اجتماع کی آزادی:** اس سلسلے میں بیان کیا گیا ہے:

''امن عامہ کے مفاد میں قانون کے ذریعے عائد کردہ پابندیوں کے تابع، ہر شہری کو پُرامن طور پر اور اسلحہ کے بغیر جمع ہونے کا حق ہے''۔

۸۔ **انجمن سازی کی آزادی:** اس سلسلے میں بیان کیا گیا ہے:

''پاکستان کی حاکمیت اعلیٰ یا سالمیت امن عامہ یا اخلاق کے مفاد میں قانون کے ذریعے عائد کردہ معقول

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پابندیوں کے تابع ہر شہری کو انجمنیں یا یونینیں بنانے کا حق حاصل ہوگا''۔

۹۔ تجارت، ملازمت یا پیشے کی آزادی: دستور کے مطابق ہر شہری کو قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنی قابلیت اور اہلیت کی بنیاد پر جائز پیشہ یا مشغلہ اختیار کرنے اور کوئی جائز تجارت یا کاروبار کرنے کا حق ہوگا۔

۱۰۔ تحریر و تقریر کی آزادی: اس سلسلے میں بیان کیا گیا ہے:

''اسلام کی عظمت یا پاکستان یا اس کے کسی حصے کی سالمیت، سلامتی یا دفاع، غیر ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات، امن عامہ، تہذیب یا اخلاق کے مفاد کے پیشِ نظر یا توہین عدالت، کسی جرم کے ارتکاب یا اس کی ترغیب سے متعلق قانون کے ذریعے عائد کردہ مناسب پابندیوں کے تابع، ہر شہری کو تقریر اور اظہار خیال کی آزادی کا حق ہوگا اور پریس کی آزادی ہوگی''۔

۱۱۔ معلومات تک رسائی کا حق: اس سلسلے میں بیان کیا گیا ہے: ''قانون کے ذریعے عائد کردہ مناسب پابندیوں اور ضوابط کے تابع ہر شہری کو عوامی اہمیت کی حامل تمام معلومات تک رسائی کا حق حاصل ہوگا۔''

۱۲۔ مذہب کی آزادی: اسلامی ریاست میں تمام غیر مسلموں کو اپنی اپنی عبادت گاہوں میں اپنے مذہبی طریقے کے مطابق عبادت کرنے کی مکمل آزادی ہے اور اس پر کوئی قدغن نہیں لگا سکتا اور پاکستان کا دستور بھی غیر مسلم پاکستانیوں کے اس حق کو تسلیم کرتا ہے۔ پاکستان کا دستور حکومت کو پابند کرتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو اپنی مذہبی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے میں سہولتیں فراہم کرے۔ البتہ جو دستور پاکستان کو تسلیم نہ کریں یا اس کی پاسداری نہ کریں تو حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کو دستور پاکستان کا پابند بنائے۔

ذخیرہ الفاظ	
نئے الفاظ اور اصطلاحات	معانی اور تشریحات
معدوم	جو چیز موجود نہ ہو
قدغن	اعتراض کرنا، پابندی لگانا، رکاوٹ ڈالنا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مشق

۱) درج ذیل کے جواب تحریر کیجئے:

ا) انسانی شرف ووقار اور نجی زندگی کا احترام کے حوالے سے آئین پاکستان میں کیا کہا گیا ہے؟

ب) آئین پاکستان میں مملکت کے ہر شہری کے قانونی تحفظ کی ضمانت کے لیے کیا بیان کیا گیا ہے؟

ج) آئین پاکستان میں تقریر وتحریر کی آزادی کے تحفظ کی ضمانت کیسے دی گئی ہے؟

د) شہری قوانین پر عمل درآمد کرنے کے لیے طلبہ کیا کردار ادا کر سکتے ہیں؟

۲) درج ذیل جملوں میں سے صحیح اور غلط جملوں کی نشان دہی کیجئے:

ا) آئین پاکستان میں مذکورہ بنیادی حقوق کے برخلاف پاکستان میں قانون بنایا جاسکتا ہے۔

ب) جبری مشقت کی تمام صورتوں کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

ج) تمام شہری قانون کی نظر میں برابر اور قانونی تحفظ کے مساوی حقدار ہیں۔

د) کسی بھی شہری کو عوامی اہمیت کی حامل معلومات تک رسائی کا حق حاصل نہیں ہے۔

ہ) قانون کا احترام ہر شہری کا فرض ہے۔

۳) درج ذیل جملوں کو مکمل کیجئے:

ا) آئین پاکستان میں بیان کیے گئے بنیادی حقوق کے خلاف کوئی __________ نہیں بنایا جاسکتا ہے۔

ب) کسی بھی فرد سے کوئی ایسا کام نہ لیا جائے جو __________ کے خلاف ہو۔

ج) ہر شہری کو قانون کے مطابق اپنی __________ کی بنیاد پر جائز پیشہ اختیار کرنے کا حق ہے۔

د) ہر شہری کو قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے پاکستان میں نقل وحرکت کرنے کا __________ ہے۔

ہ) کسی شخص کو شہادت (گواہی) حاصل کرنے کی غرض سے __________ نہیں دی جائے گی۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عملی سرگرمی

☆ طلبہ مندرجہ ذیل چارٹ بغور پڑھیں اور اپنے بارے میں جائزہ لے کہ ان کی شخصیت میں کون سے مثبت اور منفی رویے موجود ہیں:

نمبر شمار	مثبت رویے	منفی رویے
۱۔	دوسروں کے ساتھ خوش اخلاقی اور گرم جوشی سے پیش آتا ہے۔	دوسروں کے ساتھ بداخلاقی اور روکھے پن سے پیش آتا ہے۔
۲۔	دوسروں کے عیب کی پردہ پوشی کرتا ہے۔	دوسروں کی عیب جوئی کرتا ہے۔
۳۔	دوسروں کی نیکیوں کو عام کرتا ہے۔	دوسروں کی غیبت کرتا ہے۔
۴۔	دوسروں کی غلطیوں اور زیادتیوں کو معاف کرتا ہے۔	دوسروں سے بدلہ لیتا ہے۔
۵۔	دوسروں کے ساتھ امانت داری سے پیش آتا ہے۔	امانت میں خیانت کرتا ہے۔
۶۔	دوسروں سے انکساری سے پیش آتا ہے۔	دوسروں کے سامنے غرور وتکبر کرتا ہے۔
۷۔	دوسروں کو اچھے الفاظ سے یاد کرتا ہے۔	دوسروں کو بُرے الفاظ سے پکارتا ہے۔
۸۔	دوسروں کو نیکی کی طرف دعوت اور بُرائی سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔	دوسروں کو نیکی سے روکتا ہے اور انھیں بُرائی کی دعوت دیتا ہے۔
۹۔	دوسروں کی مدد کرتا ہے اور قربانی کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے۔	کوئی مدد کے لیے کہے بھی اس سے منہ پھیر لیتا ہے۔
۱۰۔	دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرتا ہے۔	دوسروں کے لیے مشکلات پیدا کرتا ہے۔
۱۱۔	اگر ساتھی لڑ پڑیں تو صلح کرا دیتا ہے اور انصاف کرتا ہے۔	لڑائی کے دوران تو صرف اپنے دوستوں کی حمایت کرتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چودھواں باب

فرقہ واریت کا سدّ باب

فرقہ واریت سے کیا مراد ہے؟

فرقہ واریت، گروہی سوچ پر مبنی ایسے رویّے کا نام ہے جس میں انسان بظاہر اپنے مسلک یا مذہب کی خاطر دوسرے مسالک یا مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ نفرت اور تعصب کا برتاؤ کرنے لگتا ہے، جس کا نتیجہ بسا اوقات پُر تشدد تنازع کی صورت میں نکلتا ہے۔ اس رویے کو فرقہ بندی اور فرقہ پرستی کے الفاظ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ فرقہ واریت کو مزید بہتر انداز میں سمجھنے کے لیے درج ذیل امور کا جاننا مفید ہے:

(ا) فرقہ بندی ایک مسلمہ حقیقت

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مذاہب کی تاریخ میں مختلف مذاہب اور مسالک موجود رہے ہیں اور وجود میں آتے رہے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کے درمیان قرونِ اولیٰ سے مسالک و مذاہب رہے ہیں اور ہمارا دینی لٹریچر اس پر شاہد ہے۔ نصوص قرآن و سنت کی تشریح اور تاویل کے حوالے سے بھی اختلاف رائے رہا ہے۔ لیکن اس اختلاف رائے نے تشدد کا راستہ اختیار نہیں کیا بلکہ یہ دلیل و استدلال اور بین المذاہب و بین المسالک مناظرے اور مکالمے تک محدود رہا ہے۔

(ب) فرقہ واریت کے عمومی اسباب و اثرات

بد قسمتی سے گزشتہ چند عشروں سے فرقہ واریت کے حوالے سے شدت پسندی کا عنصر غالب آ گیا ہے، اس کے محرکات داخلی بھی ہیں اور خارجی بھی اور یہ وحدت امت اور اتحاد ملت کے لیے ایک خطرے کی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ اس کے منجملہ اسباب میں سے سب سے بڑا سبب ہمارے ملک میں قانون کی حکمرانی کا فقدان ہے۔ اور اب شدت پر مبنی یہ گروہ بندی ہماری سیاست میں بھی نفوذ کرتی جا رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ملک کے اہل فکر و نظر باہم مل بیٹھیں اور اس صورتِ فساد سے نجات کی کوئی سبیل تلاش کریں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فرقہ واریت کسی بھی معاشرے میں تحقیق، تعلیم و تربیت، مذہبی ہم آہنگی کی کمی، ایک دوسرے کے ساتھ مثبت سماجی تعلقات کی کمی، ایک دوسرے کے بارے میں غلط فہمیوں کے شکار رہنے اور دین کی اصل تعلیمات سے دوری کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔

مختلف مسالک سے وابستہ ہونا فساد کا موجب نہیں ہے لیکن اپنا نظریہ دوسرے پر جبری مسلط کرنا غلط بات ہے۔فرقہ واریت کا شکار شخص میانہ روی اور اعتدال کا راستہ چھوڑ کر تعصب، عناد اور شدت پسندی کا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔ ایسا شخص نہ اپنی مذہبی روایات و اقدار اور تعلیمات کا لحاظ رکھتا ہے اور نہ ہی دوسروں کی مذہبی روایات اور مقدسات کا احترام کرتا ہے۔فرقہ پرستی پر مبنی رویہ معاشرے میں نفرت، خوف، ظلم و ناانصافی اور قانون شکنی کے رجحانات کو فروغ دیتا ہے۔

فرقہ واریت کے اثرات انسانی جانوں کے ضیاع، صحت مند انسانوں کی معذوری، بڑے پیمانے پر معاشی نقصانات، سماجی تعلقات میں شکست و ریخت، عبادت گاہوں کی بے حُرمتی اور مذہبی رسومات اور عبادات کی ادائیگی سے محرومی کی صورت میں ظاہر ہو سکتے ہیں۔

(ہ) فرقہ واریت سے نجات کے لیے چند اصول

اجتماعی اور سماجی زندگی میں مندرجہ ذیل اصولوں کا لحاظ رکھنا فرقہ واریت سے نجات کے لیے مددگار ثابت ہوسکتا ہے:

(ا) اعتدال و میانہ روی

اسلام دینِ اعتدال ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دینِ اعتدال کی حیثیت سے اسلام زندگی کے ہر شعبے میں عدل و انصاف اور میانہ روی کا داعی ہے۔ اسلام ہمیں انفرادی، اور اجتماعی سطح کے تمام معاملات میں توازن و اعتدال برقرار رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ اگر ہم طبیعت، مزاج اور زاویہ نگاہ میں اعتدال اور میانہ روی لائیں اور ایک دوسرے کی بات کو خندہ پیشانی اور تحمل و رواداری سے سننے کا رویہ اپنائیں تو فروعی اختلافات میں تلخی کا عنصر کم ہوسکتا ہے۔مسلمانوں کو امت وسط قرار دیا گیا ہے۔قرآن مجید میں فرمایا گیا:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ (بقرہ۲:۱۴۳)
اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک معتدل امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ رہو۔

(۲) اختلاف کا مطلب تفرقہ نہیں

اگر اختلاف میں زیادہ شدت پیدا ہو جائے اور پُر تشدد تنازع کی شکل اختیار کر جائے تو پُر امن بقائے باہمی کے امکانات خطرے میں پڑ سکتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات مسلمانوں کو باہم متحد ہونے کا درس دیتی ہیں۔ یہ اتحاد یا قومی وحدت کسی بھی قوم کے لیے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت اور عزت و مرتبے کی علامت ہوتی ہے۔ لیکن اس نعمت کی حق دار وہی قوم ہوتی ہے جس کے ذمہ دار لوگ معاشرے میں وسعت نظری اور باہمی رواداری کی اعلیٰ اخلاقی اقدار پیدا کر لیں۔

اسلامی اقدار میں سے ایک بنیادی قدر اور رویہ یہ ہے کہ اختلاف رائے کے اظہار کے باوجود عملاً وحدت اور اجتماعیت کو قائم رکھا جائے اور کوئی گروہ یا مکتبِ فکر اپنی رائے کے تسلیم نہ کیے جانے کو بہانہ بنا کر ملت سے علیحدگی اختیار نہ کرے۔ ایسا کرنا اُمت میں تفرقہ پیدا کرتا ہے اور فرقہ پرستی سے اُمت کا اتحاد پارہ پارہ ہو جاتا ہے، جس سے وہ کمزور ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران۳: ۱۰۳)
اور تم سب مل کر اللہ کی رسی (قرآن و سنت) کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور فرقے فرقے نہ بنو۔

(۳) اصول اور فروع میں اختلاف کا لحاظ

''اَصل'' کا مطلب جڑ ہے جبکہ ''فَرْع'' کا مطلب شاخ، جڑوں کے بغیر پودے کی زندگی ہی ممکن نہیں جب کہ شاخوں کے بغیر زندگی ممکن ہے۔ دین کے کچھ اجزاء اصول یعنی دین کی جڑیں ہیں، جنہیں اصول دین کہا جاتا ہے۔ جب کہ کچھ اجزاء فروعی ہیں، جنہیں فروع دین یعنی دین کی شاخیں کہا جاتا ہے۔

چونکہ اصول دین پر قرآن و سنت میں مُحکم و صریح احکام موجود ہیں اور اس وضاحت و صراحت کی بدولت کسی قسم کے اختلاف رائے کی گنجائش نہیں ہے، اس لیے، اصول دین میں تمام امت کے درمیان تقریباً اتفاق موجود ہے۔ جیسے توحید، رسالت، اور آخرت کا عقیدہ اور مسلّماتِ دین (دین کے مسلمہ اجزاء) جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حج اور حقوق العباد وغیرہ کے واجب ہونے پر امت میں اتفاق موجود ہے، جب کہ اصول دین کے کچھ ذیلی پہلوؤں و جزئیات اور فروعی اجزاء جیسے مختلف عبادات اور معاملات میں مختلف اسلامی مسالک کے مابین اجزاء، شرائط اور ادائیگی کے طریقوں کے لحاظ سے فقہی اختلاف پایا جاتا ہے۔

تمام اسلامی مسالک کے جید فقہا اور علمائے کرام اصول دین میں اتفاق کرتے ہیں، جبکہ دوسرے مسالک سے فروعی اختلاف کے باوجود اُن کا احترام کرتے اور رشتہ اخوت کا دامن تھامے رکھتے ہیں۔

(۴) شریعت کے احکام انسان کے ظاہر پر مبنی ہوتے ہیں

شریعت کے احکام انسان کے ظاہر پر مبنی ہوتے ہیں۔ انسانوں کے دلوں میں کیا ہے، اسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی انسان اپنا کوئی موقف، نظریہ یا عقیدہ زبان سے یا اپنے عمل سے ظاہر کرتا ہے (اگر چہ وہ کسی خوف یا دباؤ کے نتیجے میں ہی اُس کا اظہار کر رہا ہو) ہمیں اسی کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کرنا چاہیے۔ ہم کسی کا دل چیر کر نہیں دیکھ سکتے اور نہ ہی ہم اُس سے یہ کہہ سکتے ہیں، کہ تمھارا موقف، نظریہ یا عقیدہ وہ نہیں جو تم بتا رہے ہو بلکہ وہ ہے، جو ہم نے سنا اور سمجھا ہوا ہے۔

(۵) حقیقت اور انصاف پر مبنی رائے

اسلام عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے۔ دنیا کی کوئی عدالت کسی ملزم کی بات سنے یا جانے بغیر اسے اپنی طرف سے مجرم قرار دے کر سزا نہیں سناتی۔ علم اور عدل کے حامل دین کا ماننے والا انسان معاشرتی معاملات میں دوسرے افراد، گروہوں، مسالک، مذاہب اور اقوام کے لوگوں کے فروعی اختلافات سنے اور جانے بغیر یک طرفہ رائے قائم نہیں کرتا۔ تحقیق سے عاری سنی سنائی باتوں کو آگے پھیلانا اور ان کی بنیاد پر اپنی رائے قائم کرنا ایک باشعور انسان کا شیوہ نہیں ہو سکتا۔

(۶) کسی انسان کو اُس کی نا کردہ غلطی کی سزا نہیں ملنی چاہیے

شریعت کا حکم یہ ہے، کہ باپ کی کسی غلطی کی سزا اس کے بیٹے کو بھی نہیں دی جا سکتی، لہٰذا کسی قوم، مذہب، مسلک، علاقہ یا نسل ونسب سے منسلک کسی فرد کی کسی غلطی کی سزا اس قوم مذہب ومسلک یا نسل ونسب سے تعلق رکھنے والے کسی بے قصور شخص کو دینا دین کی بنیادی تعلیمات اور عدل وانصاف کے تقاضوں کی صریح خلاف ورزی ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۷) عمل سے پہلے سوچیں

سماجی زندگی میں کسی شخص سے نفرت کرنے، اس پر الزام لگانے یا اسے کسی قسم کی سزا دینے سے پہلے سوچیں کہ اُس سے کس وجہ سے نفرت کی جارہی ہے، اس پر کس ثبوت کی بنیاد پر الزام لگایا جارہا ہے یا اسے کس غلطی کی سزا دی جا رہی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس دنیا میں کسی بے گناہ کو کسی ناکردہ جرم کی سزا ملنے کا آپ باعث بنیں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا آپ سے مواخذہ کیا جائے۔

(۸) انسان اشرف المخلوقات ہے

انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اسلام تمام معاملات میں اس کے ساتھ احسن طریقے سے گفتگو اور برتاؤ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس کے ساتھ کسی قسم کا غیر انسانی سلوک کسی صورت روا نہیں رکھنا چاہیے۔ اسلام ایک انسان کی ناحق جان لینے کو سارے انسانوں کی جان لینے اور ایک انسان کی جان بچانے کو سارے انسانوں کی جان بچانے کا مترادف قرار دیتا ہے۔ دین و شریعت نے جنگ کی صورت میں بھی حدود مقرر کی ہیں تا کہ انسانی شرف کا لحاظ ہر صورت میں رکھا جا سکے۔

(۹) اسلام کی عالمگیر اور بنیادی تعلیمات کی پاسداری

اسلام عدل و انصاف، احسان، امانت و دیانت، احترام انسانیت، خوش اخلاقی، صلح جوئی، سچائی وغیرہ کی پاسداری جبکہ ظلم، جھوٹ، دھوکہ بازی، خیانت، بداخلاقی، فساد وغیرہ کی نفی کو بہت اہمیت دیتا ہے۔ یہ تعلیمات بلا تفریق نسل ونسب، مذہب ومسلک، قوم وقبیلہ الغرض پورے انسانی معاشرہ کو یکساں طور پر شامل ہیں۔ لہٰذا سماجی زندگی میں دین کی ان بنیادی تعلیمات کا قدم قدم پر لحاظ رکھنا ہی مقاصد شرعیہ کی تکمیل کا باعث ہے۔

(۱۰) غور وفکر کی تاکید

اسلام ہمیں غور وفکر کرنے، علم وحکمت جہاں سے ملے حاصل کرنے اور زمین کی سیر کرنے کا بار بار حکم دیتا ہے۔ اس غور وفکر کرنے، علم وحکمت حاصل کرنے اور کائنات میں سیر کرنے کے حکم کو کسی خاص عنوان سے منسلک نہیں کیا گیا ہے، چنانچہ یہ حکم دین و دنیا دونوں کے معاملات کو شامل ہے۔ بحیثیت مسلمان ہمیں اپنے دینی امور اور دنیوی دونوں امور میں ان تعلیمات کا اطلاق کرنا چاہیے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱۱) قول وفعل میں تضاد کی ممانعت

اسلام قول وفعل میں تضاد کی سخت انداز میں نفی کرتا ہے۔ اسلام ایمان کے اعلان اور نعرے کو فلاح کے لیے کافی نہیں سمجھتا بلکہ اس کے ساتھ عمل صالح کا تقاضا کرتا ہے۔ لہٰذا جب تک کردار کے غازی نہ بنیں گفتار کے غازی اس دنیا میں کوئی نتیجہ خیز مثبت تبدیلی اور ترقی نہیں لا سکتے۔ اگر ہم امن، عدل وانصاف، انسانیت سے محبت، علم وعمل وغیرہ کا دعویٰ کرتے رہیں اور ہمارے ہاں اس کے آثار برعکس ہوں تو یہ قول وفعل کا تضاد ہی شمار ہوگا۔

(۱۲) متوازن شخصیت اور متوازن معاشرہ

اسلام متوازن شخصیت کے حامل افراد سے ایک متوازن معاشرہ کی تعمیر چاہتا ہے۔ لہٰذا افراد اپنی شخصیت کی تعمیر وترقی کے ساتھ ساتھ آپس میں مل کر تعلیم وترقی، امن وہم آہنگی اور عدل وانصاف کے فروغ نیز انسانوں کی زندگیوں میں آسانیاں پیدا کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔ یہاں سوال کسی نسل ونسب اور مسلک ومذہب کا نہیں بلکہ انسانی معاشرے کی ترقی کا ہے۔

(۱۳) چھوٹا سا عمل اور بڑا تاثر

انسان کا کردار چھوٹے چھوٹے رویوں سے مل کر بنتا ہے۔ کسی معاشرے، مسلک ومذہب، نسل ونسب اور ملک کے بارے میں مثبت یا منفی تاثر قائم ہونے میں اس کے افراد کے چھوٹے چھوٹے رویے کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ لہٰذا ہر شہری کو اپنی نجی زندگی سے لے کر سماجی زندگی تک اپنے رویوں پر بار بار نظر ثانی کرتے رہنا ہوگی اور اپنا احتساب کرتے رہنا ہوگا کہ میرا چھوٹا سا عمل اپنے علاوہ میری پوری قوم کے بارے میں بھی قائم مثبت یا منفی تاثر پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے۔

(۱۴) قانون کی حکمرانی

معاشرتی توازن کو برقرار رکھنے کے لیے قانون کی حکمرانی بہت اہمیت کی حامل ہے۔ روابط کی بالادستی کے بجائے ضوابط کی بالادستی اور قوانین کی پاسداری سے شہری زندگی میں توازن قائم رہتا ہے۔ اگر کوئی شخص شہری قوانین کی خلاف ورزی کرے تو ایسے شخص کو قانون اور انصاف کے اداروں کے ذریعے قانون کے شکنجے اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کیا جانا چاہیے، وگرنہ معاشرتی ہم آہنگی اور توازن کو برقرار رکھنا نہایت مشکل ہوگا۔ کسی ملک میں لاقانونیت پُرتشدد تنازعات یا معاشرتی ناانصافیوں کا سبب بنتی ہے۔

(۱۵) مذہبی ہم آہنگی کے ذریعے باہمی اعتماد کا فروغ

مذہبی ہم آہنگی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مختلف مسالک اور مذاہب سے وابستہ افراد اپنی مذہبی شناخت سے دست بردار ہو جائیں یا وہ اپنے مذہبی رسومات کی ادائیگی میں کمی بیشی کر لیں، بلکہ اس سے مراد اپنی اپنی مذہبی شناخت پر قائم رہتے ہوئے، اپنے مذہبی رسومات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنی مذہبی تعلیمات میں موجود مشترکات کی بنیاد پر ایک دوسرے کو قریب سے جاننے کے مواقع فراہم کرنا ہے۔

یعنی مذہبی ہم آہنگی ایسی کوششوں کا نام ہے جو مختلف مسالک اور دیگر مذاہب کے درمیان حائل خلیج کو کم کرنے کے لیے کی جائیں، تاکہ ایسی بامعنی افہام و تفہیم کو فروغ دیا جائے، جس سے نہ صرف ایک مذہب کے مختلف فرقوں کے مابین بلکہ دیگر مذاہب کے ساتھ عدم انتشار کی فضا فروغ پائے۔ ہر ایک اپنے مذہب و مسلک پر رہتے ہوئے دوسرے مذاہب سے وابستہ لوگوں کے ساتھ عدم تشدد اور عدم انتشار کے ساتھ برتاؤ کرے۔ ضروری ہے کہ اپنی توانائی کو ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے خرچ کرنے کے بجائے معاشرے کی ترقی اور خوشحالی کے لیے ایک دوسرے سے تعاون کر کے انسانیت کی فلاح کا باعث بنا جائے۔

آج کل کے عالمی تناظر میں اس امر کی بھی ضرورت ہے کہ مختلف مسالک سے وابستہ مسلمانوں، اہل کتاب اور دیگر مذاہب کے لوگوں کے درمیان بامعنی اور مثبت مکالمے کی روایت کو فروغ دیا جائے تاکہ تمام اہل مذاہب مل کر فساد کا سدباب کریں، پُرامن بقائے باہمی کی روش کو اختیار کریں اور دنیا میں جہاں کہیں بھی ناانصافی اور ظلم ہو رہا ہے، اس کے خلاف مشترکہ صدائے احتجاج بلند کریں۔ اسلام مختلف مذاہب سے وابستہ لوگوں سے امن اور انصاف کے تحت اسلامی حدود میں رہتے ہوئے معاشرتی تعامل اور مذہبی مکالمہ کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ میثاق مدینہ اس کی ایک اہم مثال ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف مذاہب کی اہم شخصیات اور حکمرانوں کے نام اسلام کی طرف دعوت کے خطوط لکھے۔ قرآن مجید نے مشترکات کے لیے اہل مذاہب کے باہمی تعاون کی دعوت دی ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ یَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ (آل عمران ۳: ۶۴)

آپ کہہ دیجیے! اے اہل کتاب! اُس کلمے (اس امر) کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمھارے درمیان مشترک ہے۔

ذخیرہ الفاظ	
نئے الفاظ اور اصطلاحات	معانی اور تشریحات
تواریخ	تاریخ کی جمع، یعنی وہ دن، مہینہ اور سال جس میں کوئی واقعہ رونما ہوا ہو
استقامت	کسی مثبت اور عظیم کام کے لیے ڈٹے رہنا

مشق

۱) مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب دیجیے:

ا) فرقہ واریت کس رویے کو کہا جاتا ہے اور اس رویے کا حامل انسان دوسروں سے کس طرح برتاؤ کرتا ہے؟

ب) فرقہ واریت کے اسباب اور اثرات کیا ہیں؟

ج) معاشرے مذہبی ہم آہنگی کے فروغ کے لیے آپ کے خیال میں کیا اقدامات کرنے چاہئیں؟

د) مذہبی معاملات میں اصول اور فروع سے کیا مراد ہے؟ ان میں اختلاف کی صورت میں کن چیزوں کا لحاظ رکھا جائے؟

ہ) فرقہ واریت سے نجات کے لیے اہم اصول کون سے ہیں؟

۲) مندرجہ ذیل جملوں کو مکمل کیجیے:

ا) بسا اوقات________ کی اصل تعلیمات سے دوری اکثر اوقات فرقہ واریت کی وجہ بنتی ہے۔

ب) فرقہ واریت پر مبنی رویہ____________ کو پروان چڑھاتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ج) اتحاد و حدت کسی بھی قوم کے لیے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی ____________ ہے۔

د) دین کے بنیادی اجزاء کو ____________ کہا جاتا ہے۔

۳) مندرجہ ذیل میں درست اور غلط جملوں کی نشان دہی کیجئے:

ا) اسلام ہمیں اعتدال اور میانہ روی کا درس دیتا ہے۔

ب) تحقیق، تعلیم و تربیت اور مذہبی ہم آہنگی فرقہ واریت کو فروغ دیتی ہیں۔

ج) فرقہ واریت دین کی بنیادی تعلیمات کی خلاف ورزی ہے۔

د) اسلامی تعلیمات ہمیں باہمی وحدت کا درس دیتی ہیں۔

ہ) قرآن مجید ہمیں اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھنے اور فرقہ واریت سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔

عملی سرگرمی

☆۔ کلاس کو تین گروہوں میں تقسیم کیجئے۔ ہر گروہ اپنے ارکان کی باہمی مشاورت سے ایک ایک چارٹ بنائے۔ آخر میں تینوں چارٹ کو کمرہ جماعت میں آویزاں کیا جائے۔

پہلا گروہ اپنے چارٹ پر فرقہ واریت کے دس نقصانات لکھے۔

دوسرا گروہ اپنے چارٹ پر فرقہ واریت کی دس وجوہات لکھے۔

تیسرا گروہ اپنے چارٹ پر فرقہ واریت سے بچنے کے دس اقدامات لکھے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com